



# ماہنامہ الشریعت

نئی دہلی، اہل سنت والجماعت، پاکستان

# العظمة

العظمة لله

مکتبہ دارالافتاء، شعبہ تفسیر و احکام، ۱۰۰، گلبرگ، لاہور

# شہیدِ اسلام مولانا شمس الدین شہید نے فرمایا

افسوس کہ آج ہمارا یہ خطہ جس میں مسلمان بستے ہیں اس میں ہمارا قانون، ہمارا آئین اور ہمارا دن بھر کا اٹھنا، بیٹھنا سب کچھ وہی ہے جو انگریز ہمارے اوپر مسلط کر گئے تھے، ہم آج بھی انکے نقش قدم پر چل رہے ہیں مگر افسوس کہ اگر ان کے نقش قدم پر بھی ہم صحیح طور پر چلتے تو آج کچھ نہ کچھ انصاف تو ہم میں ہوتا، ہم نے اپنے دین کو ترک کر دیا۔ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنا ترک کر دیا۔ اپنے قانون کو ترک کر دیا۔ ہم نے سب کچھ فراموش کر دیا۔

(۱۱ جنوری ۱۹۷۳ء کو بلوچستان اسمبلی سے خطاب)

وہ آئین اور دستور اور وہ قانون جو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ہمارے پاس آیا ہے مسلمانوں کے فرائض میں ہے کہ سب سے پہلے اس آئین کو دیکھیں اور عمل پیرا ہوں کیونکہ وہ ہمارا حقیقی آئین ہے وہ دستور ہے جو رب العزت کی طرف سے آیا ہوا ہے۔ یہ ہمارا مکمل ضابطہ حیات ہے۔ یہ مستقل آئین ہے، باقی دنیاوی آئین عارضی اور عبوری ہیں یہ تو آتے جاتے ہیں۔

(۱۱ جنوری ۱۹۷۳ء کو بلوچستان اسمبلی سے خطاب)

جب دین کے نام پر لیے ہوئے پاکستان میں ہمارے حکمرانوں نے دین کو نافذ نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا وعدہ پورا نہ کیا اور مسلسل ۲۵ برس تک اس کے حکموں کی نافرمانی کرتے رہے تو پھر قوم و ملک پر اللہ تعالیٰ کا عتاب نازل ہوا اور ہمارے ملک کا ایک بڑا حصہ بنگلہ دیش کے نام پر کٹ کر علیحدہ ہو گیا۔ بھارتی فوج نے مشرقی پاکستان کا سب کچھ لوٹا یا تباہ و برباد کر دیا اور سب سے بڑی رسوائی یہ کہ ہماری فوج نے دشمن کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور نوے ہزار سے زائد سولین اور فوجی بھارت کے قیدی بن گئے۔ اس کے بعد معاملات سے عبرت حاصل کرنی چاہیے تاکہ دوبارہ ان سابقہ غلطیوں کا اعادہ نہ ہو جنکی وجہ سے ملک و قوم کو یہ دن دیکھنے پڑے۔

(۱۹ اکتوبر ۱۹۷۳ء کو کوشیہ انور الگٹ لاہور میں جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب)

ہماری اکثریت کو توڑنے کے لیے ہر حربہ اختیار کیا گیا خود مجھے چیف منسٹری کا عہدہ پیش کیا گیا مگر اللہ شہید نے جماعتی منشور جمہوری اقدار اور اکابر کے ناموس کے پیش نظر اس کرسی کو لات مار دی۔ ایک ملاقات میں مجھ کو صاحب نے مجھ سے کہا کہ آپ لوگ بڑے اچھے ہیں، بااصول اور دیانت دار ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ جیسے لوگ میرے ساتھ آئیں۔ اس لیے آپ نیپ کو چھوڑ کر میرے ساتھ تعاون کریں میں نے جواب دیا کہ مجھ کو صاحب: کیا ہم اقتدار کی خاطر نیپ سے معاہدہ توڑ کر بھی بااصول اور دیانت دار رہیں گے؟ اس پر مجھ کو صاحب خاموش ہو گئے۔

(مدیر ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور سے خصوصی انٹرویو)

جب مقصد کے لیے ہم نے یہ پاکستان تعمیر کیا تھا اور جس مقصد کے لیے پاکستان بنا تھا آج وہ مقصد ہم اس ملک میں نہیں چلا رہے۔ بلکہ اٹا اس مقصد اور اس کتاب اور اس اسلام پر وہ مظالم ہم ڈھا رہے ہیں کہ مخالفین اور اسلام اور دین کے دشمنان سے بھی وہ توقع نہیں کی جاسکتی۔

(شہادت سے چند روز قبل رحیم یار خاں میں آخری تقریر)

# اسلامی بیداری کی لہر اور مسلم ممالک

روزنامہ جنگ لاہور نے ۲۰ فروری ۹۰ء کی اشاعت میں ہانگ کانگ کی ڈیٹ لائن سے "ایشیا ویک" کی ایک رپورٹ کا خلاصہ خبر کے طور پر شائع کیا ہے جس میں مغربی ممالک میں مسلمانوں کی آبادی اور ان کے مذہبی رجحانات میں روز افزوں اضافہ کو "مغرب میں اسلام کی خوفناک پیش قدمی" کے عنوان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ رپورٹ کے چند اہم نکات درج ذیل ہیں:

- صدیوں قبل اسلام مغرب میں صلیبی جنگوں کے حوالے سے داخل ہوا تھا اور پھر نکل بھی گیا تھا لیکن اب اسلام مغرب میں عقیدہ کی تبدیلی، نقل مکانی اور پیدائش کے حوالے سے پیش قدمی کر رہا ہے۔
- یورپ اور مغرب میں کمونزم کا پورا ختم ہونے کے بعد اب سلام کا ہوا اٹھ کھڑا ہوا ہے اور زعفران مغربی یورپ کے ممالک میں مسلمان اپنا تشخص دریافت کر رہے ہیں بلکہ یوگوسلاویہ، بلغاریہ اور سوویت یونین میں بھی ایسا ہورہا ہے جہاں مسلمان اور غیر مسلمانوں کے درمیان خونی تصادم کے واقعات روزمرہ کا معمول بن چکے ہیں۔
- گذشتہ دو دہائیوں میں امریکی مسلمانوں کی تعداد میں دوگنا اضافہ ہوا یعنی مسلمانوں کی تعداد میں سنہ کے بعد سے ۲۲ فی صد اضافہ ہوا اور آئندہ ۳۰ برس سے بھی پہلے مسلمانوں کی آبادی بیوریوں سے بڑھ جائیگی اور اس طرح مسلمان امریکہ میں دوسرے نمبر پر آجائیں گے ڈیورون کے شہر میں مسلمان آبادی کا دس فیصد حصہ ہے جہاں سرکاری سکولوں میں مسلمانوں کے تواروں پر تھپی کی جاتی ہے اور ہٹوں میں سور کا گشت پیش نہیں کیا جاتا۔ کیلے فونیا یونیورسٹی میں مسلمان طلبہ نے رمضان کے دوران کھانے کے الگ اوقات کا مطالبہ منوالیا ہے۔

یہ ایک جلی سی جھلک ہے اس دینی بیداری کی جو مغربی ممالک میں تیسیم مسلمانوں کے دل و دماغ میں کر دے رہی ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام اور کمونزم کے ستارے ہوئے معاشرہ میں اسلامی بیداری کی یہ لہر جہاں اسلام کی صداقت کی دلیل ہے وہاں عالمی معاشرے میں سلام کے دشمن مستقبل کی فزید بھی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ جن ممالک میں مسلمان اکثریت میں ہیں ان ممالک میں مسلم حکومتمیں بھی قائم ہیں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی اس عالمی لہر میں خود ان کا رخ کس جانب ہے کیوں ایسا نہ ہو کہ ملاحظہ میں دن تنویرا یستبدل قوم غیر کھ کے اہل قانون پر عمل کا فیصلہ ہو چکا ہو اور ہم اپنے گروہی، طبقاتی، شخصی، نسل اور علاقائی تشنصات و تعصبات کی بھول بھلیوں میں اندس" کی تاریخ دہرانے کے کردار پر ہی قناعت کر نہیں دے شاید کہ ارتجائے کسی دل میں مری بات

سید محمد  
۱۰۰۰۰۰

فتاویٰ اسلام کے جدوجہد کا  
علمت و فکری ترجمات

## الشریعة

جلد ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱

# احادیثِ رسول ﷺ اللہ کی حفاظت و تدوین

## کے لیے صحابہ کرامؓ اور تابعینؓ کی خدمات

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معارضے سے ماہون ہو کر زندگی اور سائنس جو چاہتا ہے اپنی طرف سے لکھا ہے کیونکہ اسلام کی سرحدیں ان دوروں سے محفوظ (ایک الفاظ حدیث اور دوسرا ان کے معانی) اور صحیح آگے لکھتے ہیں کہ اور یہی طریقہ نفس نرت میں عین طعن ہے اگرچہ زبانی کلامی زندگی اور سائنس حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و کمال کا اقرار بھی کرتا ہے (محصلاً نقص المنطق ص ۵۵ طبع القاہرہ) اور کبھی لکھا ہے کہ اگر احادیثِ حجت ہیں تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ نے وہ کیرا نہیں لکھی اور لکھو امیں؟ اور کبھی لکھا ہے کہ آپؐ نے اور حضرات صحابہ کرامؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے احادیث کو لکھنے کا علم کیوں دیا تھا؟

بدقسمتی سے آج ایک ایسا طبقہ بھی موجود ہے جو خود کو سلمان کہلاتا ہے اور بائیں ہر احادیث کو شکوک نگاہوں سے دیکھتا اور ان سے گلو خلاصی کے لیے طرح طرح کے بہانے تراشتا ہے۔ کبھی لکھا ہے کہ احادیثِ ظنی ہیں۔ کبھی لکھا ہے کہ وہ قرآن کریم سے متصادم ہیں کبھی لکھا ہے کہ وہ عقل کے خلاف ہیں۔ کبھی لکھا ہے کہ احادیثِ دوسری تیسری صدی کی پیداوار ہیں۔ کبھی لکھا ہے کہ یہ عمیوں کی سازش ہے اور کبھی جعلی اور موضوع احادیث کو چین چین کر بلاوجہ درمیان میں لا کر ان کی وجہ سے صحیح احادیث پر برسرِ استہ ہے۔ کبھی ان کے معانی میں کڑے لکھا ہے۔ الغرض مشہور ہے کہ خوئے بدراہمانہ کا بیاہ حافظ ابن تیمیہؒ نے بجا فرمایا کہ ہر زندگی اور سائنس کا اس علم کو باطل کرنے کے لیے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دے کر بھیجا ہے یہ عمدہ ہتھیار ہے کہ وہ کبھی تو یہ لکھا ہے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے ایسا فرمایا ہے؟ اور کبھی لکھا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ اس سے ان کی مراد کیا ہے؟ اور جب ان کے قول اور اس کے معنی کے علم ہی کی پیغمبر سے نفی ہو گئی اور علم ان کی طرف سے حاصل نہ ہوا تو اس کے بعد احادیث

یہاں ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ اہل عرب کو اللہ تعالیٰ نے بڑے قوی حافظے دیے تھے اور وہ کتابت سے زیادہ حفظ پر بھروسہ کرتے تھے اور کتابت کو چندان وقعت نہ دیتے تھے اور نثری کتابت پر اعتماد کو وہ ایک کم درجے کی حیثیت دیتے تھے۔

چنانچہ امام ابوہریرہؓ بن عبدالبرہہ اللمکیؓ (المتزی

یعنی اس نے علم کو کاغذ کے سپرد کر دیا اور علم کو ضائع کر دیا اور علم کا بڑا عرف اور مکان کاغذ ہیں۔

(۵) مسطور فقہ فرماتے ہیں

علمی مع حیث ما یبعت اعمله  
بطنی وعامله بطن صدوقی  
ان کنت فی البیت کان العلم فیہ معی  
او کنت فی السوق کان العلم فی السوق  
(جامع بیان العلم ج ۱ ص ۶۹)

یعنی میرا علم میرے ساتھ ہی ہوتا ہے جہاں بھی میں قصد کرتا ہوں اسے اٹھائے پھرتا ہوں۔ میرا بیٹ علم کا برتن ہے نہ کہ صندوق کا پیٹ۔ اگر میں گھر میں ہوں تو علم بھی میرے ساتھ گھر میں ہی ہوتا ہے اور اگر میں بازار میں ہوں تو علم بھی میرے ساتھ بازار میں ہوتا ہے۔

(۶) ان حضرات کو اللہ تعالیٰ نے ایسا غضب کا حافظہ دیا تھا کہ غیر ارادی طور پر بھی وہ جو کچھ سُن لیتے وہ بھلیان کے سیزہ میں محفوظ رہتا۔ چنانچہ امام زہریؒ کا بیان ہے کہ

انی لاسر بالبیع فاسد اذا فی مخالفة  
ان یدخل فیہا شیء من الخنا فواللہ  
ما دخل اذ فی شیء قط فنیستہ۔

(جامع بیان العلم ج ۱ ص ۶۹)

میں بیع کے پاس سے گزرتا ہوں تو اپنے کان بند کر لیتا ہوں اس ڈر کے مارے کہ میرے کان میں کوئی فحش قسم کے گانے نہ داخل ہو جائیں۔ بخدا کبھی کوئی چیز میرے کان میں داخل نہیں ہوتی کہ مجھ پر وہ مجھے بھول گئی ہو۔

جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے ایسے غضب کا حافظہ

۲۴۲) اس سلسلہ میں چند قیمتی باتیں نقل کرتے ہیں جو اہل علم اور اربابِ ذوق کے لیے ناغہ سے خالی نہیں۔

(۱) قال اعرابی حرف فی تامورک خیر من عشرة فی کتکب (جامع بیان العلم ج ۱ ص ۶۹)

بدو کتا ہے کہ ایک حرف جو تیرے دل میں محفوظ ہے ان دس باتوں سے بہتر ہے جو تیری کتابوں میں درج ہیں۔

اندازہ لگائیں کہ عرب کا بدو کتابوں کا طومار دیکھ کر کس طرح مذاق اڑاتا تھا اور یہ فقرہ بدوؤں میں عام مقنا بڑا فقرہ تھا اور یہ محض اس لیے تھا کہ وہ دولتِ حفظ سے زانے گئے تھے۔

(۲) مذہب العرب انہم کانوا مطبوعین علی الحفظ مخصوصین بذالک (جامع بیان العلم ج ۱ ص ۶۹)

عرب کا طریقہ یہ تھا کہ حفظ کی دولت ان کی فطرت اور طبیعت میں پرست تھی اور وہ اس دولت سے منحصر تھے۔

اس عبارت سے ان کی فطری صلاحیت اور حفظ کے ساتھ اختصاص بالکل واضح ہے۔

(۳) قال الخلیل رحمہ اللہ تعالیٰ

لیس العلم ما حوی القمطر  
ما العلم الا ما حواه الصدر

امام خلیل بن احمدؒ (المتوفی ۳۴۰ھ) فرماتے ہیں کہ علم وہ نہیں جو کاغذوں اور کتابوں میں درج ہے بلکہ علم وہ ہے جو سیزہ میں محفوظ ہے۔

(۴) یونس بن حبیب نے ایک شخص سے سنا کہ استودع العلم قرطاسا فضعہ  
وبئس مستودع العلم القراطیس

(جامع بیان العلم ج ۱ ص ۶۹)

رحمت فرمائے تھے وہ بھلا اپنے پیارے پیغمبر کی باتوں کو بھول سکتے تھے جب کہ آپ کی باتیں تو درکنار ہیں آپ کے ایک بال کے متعلق حضرت جلیدہؓ (بن عمرو السلمانیؓ المتوفی ۲۷ھ) یہ فرماتے ہیں:

لان تکون عندی شعرة منه احب

الی من الدنيا وما فیہا۔ بخاری ج ۱ ص ۲۹

یہی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالوں

میں سے ایک بال بھی میرے پاس ہو تو دنیا

میرا سے وہ مجھے زیادہ محبوب ہے۔

خیال فرمائیں کہ جو حضرات صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بال مبارک کو دنیا و مافیہا سے بستر سمجھتے تھے وہ آپ کی حدیثوں کو کس عقیدت و محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہوں گے۔

(۷) امام ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں کہ

ان العرب قد خصت بالحفظ کان احدہم

یحفظ اشعار بعض فی سمعة واحدة وقد جاہل

ان ابن عباسؓ حفظ قصیدۃ عمر بن ابی ربیعۃ

امن آل نعبیرانت عاد فبکر۔ فی سمعة واحدة

المخ۔ (جامع بیان العلم ج ۱ ص ۱۰۷)

اہل عرب حافظ کے ساتھ محض تھے۔ انہیں

ایسے بھی تھے جو ایک ہی دفعہ بعض کے اشعار

سن کر یاد کر لیتے تھے اور حضرت ابن عباسؓ

نے عمر بن ابی ربیعہ کا قصیدہ امن من آل الم

(یعنی کیا آل نعم سے توکل بت ہی سر سے پڑے

گا ۱۶۱) ایک ہی دفعہ سن کر یاد کر لیا تھا یہ قصیدہ

تقریباً ستر یا اسی اشعار پر مشتمل تھا

(۸) امام شعبیؒ فرماتے ہیں:

ما کتبت سوداء فی بیطار وما استعدت

حدیثاً من انسان (طبقات ابن سعدؒ داری ۱۲۵)

طبع دمشق و تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۱۰۷

یعنی میں نے کبھی کسی انسان کے ساتھ کاغذ پر کچھ

نہیں لکھا (سب سینے میں محفوظ کیا ہے) اور میں

نے کبھی کسی انسان سے حدیث دہرانے کی خواہش

نہیں کی۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جو دینی ذوق ان حضرات

کو تھا وہ بعد والوں کو حاصل نہیں ہو سکا اور قرآن کریم

کے بعد دین کا منبع حدیث شریف اور آثار حضرات صحابہؓ

ہیں اور حفظ کی خدا داد دولت بھی ان کو وافر نصیب تھی اور

انہوں نے پوری ہمت اور استقلال کے ساتھ اس کا ثبوت

بھی دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کون قرآن اور

فعل بلکہ کوئی حرکت و ادا ان سے اوچھل نہ پے تو پھر یہ

کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ اس کو محفوظ رکھنے کے سلسلے میں

انہوں نے کسی بھی قسم کی کوئی کوتاہی کی ہو۔ اس دور کے

مسلمانوں کی اکثریت قرآن کریم کے بعد احادیث کی حافظ

ہوتی تھی۔ کسی کو کم اور کسی کو زیادہ حدیثیں ازبر ہوتی تھیں

اور ہر مسلمان طمّی پھرتی سنت تھا۔ جب خیر القرون سے بعد

ہو گیا تو وہ برکات نہ رہیں جو ان مبارک قرون میں ہوتی

تھیں اور علم و عمل کا وہ ذوق و شوق بھی کم ہوتا چلا گیا اور

جیدہ اور قابل اعتبار علماء وقت کو فکر ہوئی کہ کتب حدیث

کی باقاعدہ تدوین کیے بغیر یہ تہمتی ذخیرہ محفوظ اور باقی نہیں

رہ سکتا، اس لیے انہوں نے آنے والی نسلیں کے لیے

حدیث کو کتابت کی شکل میں محفوظ رکھنا ضروری سمجھا اور

ان کی اس نیک اور منصفانہ کوشش اور کلاش سے حدیث

کی تدوین ہوئی۔

الغرض کتابت حدیث تو در زوال و انحطاط کی

یادگار ہے اور اس دور کی کارروائی تو سکرین حدیث

کے نزدیک تو قابلِ سند اور حجت ہے مگر صد انوس ہے  
 کہ دورِ کمال اور زمانہٴ عروج کی ارفع اور معدد علیہ کارروائی  
 ان کے نزدیک مشکوک ہے اور ان کا یہ مذکورگ شخص حدیث  
 سے رستگاری کے لیے ہے کہ کثرتاً حدیث سے انکار کے  
 بعد دین کی جو صورت ان کے ماؤف ذہن اور ناراض عقل  
 میں آئے گی وہ دینِ تصور ہوگی۔۔۔۔۔ اور جو  
 کچھ بقول ان کے عقل کے خلاف ہو گا یا ان کے نفسِ آثارہ پر  
 شاق اور گراں گزے گا تو وہ بزعم ان کے عمیوں کی سازش  
 ہوگی اور ناقابلِ اعتماد ذخیرہ ہوگا۔ اگر ان کے نزدیک  
 کتابت ہی حجت اور قابلِ اعتبار حقیقت ہے تو ذیل کے  
 ٹھوس اور مفصل حوالوں سے بخوبی اس کا اندازہ بھی ہو جائے  
 گا کہ ان مبارک اقدار میں کتابت حدیث کی بھی کوئی کمی نہ  
 تھی اور لکھنے والے باقاعدہ لکھا بھی کرتے تھے۔

بنام ہرقل روم وغیرہ آپ کی تحریر۔ آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے ایک طویل بدایت نامہ جس میں دین کی بنیادی  
 باتوں کا تذکرہ ہے تحریر کیا اور مہر لگا کر بدست حضرت  
 وحید بن خلیفہ ہرقل روم کو بھیجا تھا (بخاری ج ۱ ص ۱۰۱)  
 مسلم ج ۲ ص ۹۱) اور اسی طرح بنام کسری شاہ ایران  
 آپ کا دعوت نامہ جو بحرین کے گورنر المنذر بن سادی کی  
 دسالت سے آپ نے بھیجا تھا اس کا تذکرہ بخاری  
 (ج ۱ ص ۱۱۱) وغیرہ میں موجود ہے اور مسلم (ج ۲ ص ۹۹  
 کی روایت) میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسری  
 قیسر نجاشی اور ہر جابر کو اللہ تعالیٰ (کے دین) کی طرف  
 دعوت دیتے ہوئے خطوط لکھ کر بھیجے اور اس روایت  
 میں نجاشی سے مراد وہ نجاشی نہیں جس کا جنازہ آپ نے  
 پڑھایا تھا۔ ان کا نام اصمہ بن عمیر تھا اور وہ مسلمان ہو چکے تھے  
 اور اسی طرح دیگر بعض بادشاہوں اور معدد شخصیتوں کو آپ  
 نے اسلام کے دعوت نامے بھیجے

حضرت ابو شاہ یمنی مدنی کی درخواست  
 پر جو خطبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر  
 ارشاد فرمایا تھا وہ آپ نے لکھا کہ ان کو دیا تھا اور اسی  
 میں آپ کے مرتب الفاظ ہیں۔ اکتب لاجی مشافہہ کہ یہ  
 ابو شاہ کو لکھ کر دو (بخاری ج ۱ ص ۲۱۹) و  
 مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۸ کتب حدیث و تاریخ اور سیر  
 پر گہری نگاہ رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ آپ کا خطبہ اولیٰ  
 کا خطبہ کتب طویل اصول و فروع کے اہم مسائل چسپادی  
 اور جامع دماغ تھا۔ اگر آپ کے ارشادات کا لکھنا ناجائز  
 ہوتا تو آپ صاف طور پر فرمادیتے کہ لکھنے کی اجازت  
 نہیں ہے۔ اس کو صرف زبانی طور پر یاد رکھو اور نیز اگر آپ  
 کے ارشادات حجت نہ ہوتے تو اولاً حضرت ابو شاہ  
 کو ان کے لکھو اگر محفوظ رکھنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی  
 و ثانیاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود فرمادیتے کہ (معاذ اللہ)  
 میری باتیں تو صرف مجمع کو جمع کرنے اور اس کو خوش کرنے  
 کے لیے ہوتی ہیں اور یہ صرف دماغی اور ذہنی عیاشی  
 ہے۔ تم لکھنے کے بیکار کام کے پیچھے کیوں پڑے ہوئے  
 ہو؟ غرضیکہ ہر حق جو اس سے حقیقت کو پاسکتا ہے اور  
 یہ ایک خالص حقیقت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 مبارک زمانہ میں حضرات صحابہ کرامؓ کے جتنے اجتماعات  
 ہوئے حجۃ الوداع کا اجتماع ان سب میں بڑا، نزالا اور کوفی  
 اجتماع تھا اور ابن ماجہ ص ۲۲ کی روایت میں ہے کہ  
 حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ  
 بے شمار انسان جمع تھے (بشیر کش) اور سب یہ چاہتے تھے  
 کہ آپ کی پیروی کریں اور آپ کے مل جیسا عمل کریں اور  
 یہی نیک جذبہ ان کو آپ کے گرد جمع کئے ہوئے تھا۔  
 حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی وفات کے وقت تک جن حضرات نے آپ سے



درگئی ہے لیکن آپ کا آبائی وطن زیارت کا صاحب (پشاور) تھا البتہ آپ کے والد بزرگوار نے درگئی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم پشاور میں حاصل کی اور اس کے بعد آپ کو دین کی تعلیم کے حصول کے لیے دنیا کی شہرہ آفاق یونیورسٹی "مدرسہ دارالعلوم دیوبند" میں بھیجا گیا۔ آپ کا ابتداء میں ہی رابطہ حضرت شیخ الحدیث النذہ سے ہو گیا تھا اور پھر یہ رشتہ اتنا مضبوط ہوا کہ زندگی بھر ٹوٹا۔ مولانا عزیز گل "اپنی سادگی طبع کی وجہ سے اساتذہ کے حلقہ میں بے حد مقبول تھے۔"

آپ نے جس دور میں پرورش پائی وہ ہندوستان میں انگریزوں کی سامراجی پالیسی کے خلاف علمائے ہند اور بالخصوص علماء دیوبند کی جدوجہد کا زمانہ تھا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمود حسن نے انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے اور آزادی کا حکم کو بھنگا کرنے کا نعرہ ایسے وقت بلند کیا جبکہ یہاں اس بات کو سوچنا معائب اور موت کو دعوت دینا تھا۔ یہ انگریزوں کی سلطنت کا عروج تھا اور اس دور میں زمیندار اور امراء انگریزوں کے ساتھ ہو گئے تھے۔ ایسے دور میں انگریزوں کی مخالفت کرنا اور ملک کی آزادی کے بارے میں سوچنا ایسے ہی سر پھیرے لوگوں کا کام ہو سکتا تھا جو وطن کی نگاہ رکھتے ہوں اور جن کی فنی غیرت ان کو انگریزوں کا غلام بننے سے روکتی ہو۔ چنانچہ حضرت شیخ الحدیث سے درس حاصل کرنے کے دوران ان میں جذبہ حب الوطنی کوٹ کوٹ کر بھر چکا تھا پھر سونے پر سہاگریہ کہ آپ کو حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی "جیسارفتی بلا۔ چنانچہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی "تحریر فرماتے ہیں۔

"مولانا عزیز گل صاحب، حضرت شیخ الحدیث کے خادم خاص ہیں۔ مشن کے ابتدا سے ممبر ہے اور نہایت متمم باشند اور خطرناک کاموں کو انجام دیتے ہے جو بہ سرحد اور آزاد علاقہ یا خستہ میں سفارت کی خدمات عظیم

از قلم جناب عادل صدیقی

ترکیک شیخ الحدیث کی آخری یادگار



وہ پھانسی کے لیے اپنے گلے کو ناپتے رہے

حضرت شیخ الحدیث کے خادم خاص انتہائی خطرناک اور جو حکم کی ذمہ داریوں کو نبھانے سے طبعاً مناسبت رکھنے والے صوبہ سرحد اور آزاد علاقہ یا خستہ میں وطن عزیز کی آزادی کا نعرہ بلند کرنے والے رازداری اور بلند ہمتی کے پیکر جلیل دوسروں کے لیے خدمت گزاری کا جذبہ رکھنے والے دوسروں کو راحت اور خود تکلیف اٹھانے میں سرت محسوس کرنے والے، حق رفاقت کے آداب نبھانے والے علوٰی شخصیتوں کے رازدوں بننے کی پوری طرح صلاحیت رکھنے والے، در شباب میں ہی آزادی وطن کی خاطر سر اور دھڑ کی بازی لگانے والے انتہائی جری، بہادر اور غیرت مند سوچ بوجھ کے سمندر کے تیراک، صاف گوئی اور بے باکی میں دلچسپ انسان حضرت مولانا عزیز گل نے تقریباً ایک سو دس سال کی زندگی گزار کر اس دار فانی سے کوچ کیا۔ آپ کا انتقال اپنے آبائی وطن اچینس مالاکنڈ پشاور میں ہوا۔

سی۔ آئی۔ ڈی کی رپورٹ کے مطابق آپ کا وطن

انہوں نے انجام دیں۔ عمر شیخ السنہ ان کو پہاڑی علاقوں میں اپنے ہم خیال اور ہمنوا لوگوں کے پاس بھیجا کرتے تھے۔ دشوار گزار اور خطرناک راستوں کو قطع کر کے نہایت رازداری اور ہمت و استقلال کے ساتھ بار بار آتے جاتے رہے۔ پہاڑی علاقوں اور ہونک جنگلوں کو رات دن پیدل قطع کرتے تھے۔ حاجی ترمگ زنی اور مل مرحد باخستان اور دیگر خواتین کو آپ نے مشن کا مہر بنایا۔ ان کے پاس پیغام اور خطوط پہنچانا ان کو ہمارا کرنا ان کا اور مولانا عبید اللہ صاحب مرحوم کا فریضہ تھا جن کو ان دونوں حضرات نے اوقات مختلفہ میں انجام دیا باوجودیکہ سی آئی ڈی ان کے پیچھے لگی رہی مگر انہوں نے کبھی اس کا پتہ چلنے نہیں دیا۔ بار بار ان کو بھیس بنا پڑا اور انجان علاقوں سے گزرنا پڑا مگر نہ بڑبڑ کر ان کو قطع کیا۔ ہر قسم کے خطرات میں بلا خوف و خطر اپنے آپ کو ڈالتے رہے۔

جب سلطنتِ برطانیہ نے حضرت شیخ السنہ کی تحریک سے واقفیت حاصل کی تو اس نے حضرت کو گرفتار کرنے کا پلان بنایا۔ جب اس طرح کی خبریں حضرت شیخ السنہ کو معلوم ہوئیں تو حضرت حجاز کے لیے روانہ ہو گئے۔ یہ وہ دور تھا کہ شریفِ حسین نے مکہ معظمہ میں سلاطین آل عثمان کی خلافت سے انکار کیا اور ترکی قوم کی تکفیر کا فتویٰ بہت سے علماء سے حاصل کیا۔ اس زمانے میں جب یہ فتوے حضرت شیخ السنہ کے پاس پیش کیے گئے تو آپ نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ ساری کارروائی انگریزوں کی ایما پر ہوئی تھی اور اس کا ایک مقصد یہ تھا کہ شریف مکہ کو حضرت شیخ السنہ کے خلاف کھرا کیا جاسکے اور پھر شریف حسین کے ذریعے حضرت شیخ السنہ کو گرفتار کیا جاسکے۔

اس سلسلے میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نے درمیان میں پڑ کر صلح صفائی کی کوشش فرمائی مگر یہ

بے سود رہی۔ یہی نہیں سب سے پہلے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کو گرفتار کر لیا گیا۔ شریف مکہ کے پاس بہت سے تاجر پہنچے اور مکہ شیخ السنہ کی گرفتاری کا ارادہ ترک کر دیا جائے مگر شریف مکہ کے دل میں خراب تھا۔ اس نے کہا کہ انگریزوں سے دوستی قائم رکھنے کے لیے حضرت کی گرفتاری ضروری ہے۔ جب یہ معلوم ہوا تو حضرت شیخ السنہ کو چھپا دیا گیا مگر مولانا مزیر گل نے جو اس وقت شیخ السنہ کے ساتھ ہی رہا، گئے ہوئے تھے حضرت شیخ السنہ کا پتہ دریافت کیا گیا اور یہ دھکی دی گئی کہ اگر انہوں نے پتہ نہ بتایا تو ان کو گول سے اڑا دیا جائے گا۔ حضرت شیخ السنہ کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ خود ہی باہر آ گئے اور فرمایا مجھے گوارا نہیں کہ میرے باعث میرے دوست کا بال بیکا ہو۔

احباب کے کہنے پر آپ نے احرام باندھا اور مکہ کا حرام باندھنے کی خاطر باہر گئے تھے مگر حضرت شیخ السنہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ یہاں سے یہ حضرات جدہ بھیج دیے گئے اور وہاں سے مصر کے لیے روانہ کر دیے گئے اور ۱۹۱۴ء کو وہاں سے یہ حضرات مالٹا پہلے گئے جو سیاسی اور جنگی قیدیوں کا مرکز تھا۔

ہندوستان سے مکہ معظمہ کی روانگی اور اہل قیام اور پھر وہاں سے مالٹا میں قیدی بنا کر بھیج دینے کے دوران مولانا مزیر گل نے حضرت شیخ السنہ کے رفیق خاص تھے حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کو تحریر فرماتے ہیں: حضرت شیخ السنہ نے شوال ۱۳۳۳ھ میں تصد فرمایا چونکہ مولانا مزیر گل خادم خاص کو اپنے وطن جانا اور اپنے اکابر سے ملنا اور اجازت چاہنا ضروری تھا اس لیے ان کی واسطی کا انتظار فرمایا۔ قید کے دوران مولانا مزیر گل کا خیال تھا کہ ان کو پھانسی دی جائے گی۔ (باقی صفحہ ۱۴ پر)

# مجھے تسکینِ کرم میں روحانی سکون ملا

ایکے نو مسلم کینیڈین خاتون  
کے تاثرات

گذشتہ روز امریکہ سے ایک نو مسلم خاتون ڈاکٹر مجاہدہ  
گو جرنال تشریف لائیں۔ ان کا سابق نام "ماریا" ہے اور  
امریکی ریاست کیلی فورنیا میں سن ڈیگو ٹیٹ یونیورسٹی کے  
شعبہ مذہبی امور کی پروفیسر ہیں۔ ان کے خاندان ملک  
محمد طلوی صاحب بھی ان کے ہمراہ تھے۔ طلوی صاحب  
وزیر آباد ضلع گو جرنالہ کے رہنے والے ہیں اور پندرہ سال  
سے امریکہ میں قیام پذیر ہیں۔ ڈاکٹر مجاہدہ پیدائشی طور  
پر کینیڈین ہیں اور ایک عرصہ سے امریکہ میں رہائش پذیر  
ہیں۔ مصروف نے کم و بیش دس سال قبل اسلام قبول کیا،  
عربی زبان سیکھی، اردو اور فارسی سے بھی آشنائی حاصل کی  
امام ولی اللہ دہلوی کے مذہبی نغمات پر بکے یونیورسٹی  
میں پی۔ ایچ ڈی کا مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی  
اور ان دنوں تذکرہ نویسی کے موضوع پر اپنے ایک مقالہ  
کی تیاری کے لیے سکالرشپ پر پاکستان آئی ہوئی ہیں  
شاہ ولی اللہ پر پی۔ ایچ ڈی کے مقالہ کی تیاری کے  
دوران انہیں حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی مہتمم مدر  
لصغرۃ العلوم گو جرنالہ کی بعض تصانیف سے استفادہ کا  
موقع ملا اور اپنے دورہ پاکستان کے موقع پر انہیں یہ  
شوق ہوا کہ حضرت صوفی صاحب مدظلہ سے براہ راست  
ملاقات کریں اور ان سے علمی استفادہ کریں، ۱۰ فروری

کو مدر لصرۃ العلوم کی لائبریری میں ڈاکٹر مجاہدہ نو صوفی  
حضرت صوفی صاحب سے ملاقات ہوئی جس میں ایک نمونہ  
صاحب اور راقم الحروف بھی شریک تھے۔ اس موقع پر  
حضرت صوفی صاحب نے ڈاکٹر مجاہدہ سے سوال کیا کہ آج  
کے دور میں جبکہ مسلمانوں کی اجتماعی حالت بامعنی کشش  
نہیں ہے انہیں اسلام کی طرف رغبت کیسے ہوئی اور انہوں  
نے کس چیز سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا؟ ڈاکٹر مجاہدہ  
نے جواب دیا کہ انہیں ایک عرصہ سے روحانی سکون کے  
تلاش تھی اور وہ روحانی طور پر ایک خلا محسوس کر رہی  
تھیں۔ روح کے لیے سکون کی تلاش میں انہوں نے متعدد  
سفر بھی کئے۔ اس دوران جبکہ وہ سپین (انڈس) میں  
تھیں مراکش ریڈیو سے انہیں متعدد بار قرآن کریم کی  
تلاوت سنے کا موقع ملا اور انہیں محسوس ہوا کہ وہ جس روحانی  
سکون کی تلاش میں ہیں وہ اس کلام میں ہے۔ انہیں عربی  
زبان سے بھی دلچسپی تھی۔ اس لیے انہوں نے قرآن کریم  
کا مطالعہ کیا اور قرآن کریم کے اس مطالعہ نے انہیں  
ہدایت کی منزل سے ہمکنار کر دیا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ  
ایک موقع پر دہلی میں تھیں تو حضرت نظام الدین اولیا  
رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مزار پر گئیں۔ وہاں انہوں نے ایک  
عجیب قسم کے روحانی سکون کی فضا محسوس کی جس سے  
انہیں تصوف اور سلوک سے دل چسپی پیدا ہوئی۔

ڈاکٹر مجاہدہ نے بتایا کہ انہوں نے شاہ ولی اللہ  
دہلوی کی معرفت تصنیف "حجۃ اللہ البالغۃ" کا انگلش  
میں ترجمہ شروع کیا ہے۔ ایک جلد کا ترجمہ مکمل کر چکی ہیں  
اور دوسری جلد پر کام جاری ہے۔ نیز انہوں نے پی ایچ ڈی  
کے لیے حضرت شاہ ولی اللہ پر جو مقالہ لکھا ہے اسے  
"حجۃ اللہ البالغۃ" کے انگلش ترجمہ کے مقدمہ کے طور پر  
شائع کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ انہوں نے انگلش میں

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ پر چند مقالات بھی لکھے ہیں جو مختلف جرائد میں شائع ہوئے ہیں۔

حضرت صوفی صاحب مدظلہ کے ساتھ ایک گھنٹہ کی نشست انتہائی معلوماتی اور ایمان افروز تھی۔ نو مسلم کینیڈین خاتون نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفہ اور جذبہ وجد کے مختلف پہلوؤں پر سوالات کیے جن پر حضرت صوفی صاحب مدظلہ نے تفصیلی روشنی ڈالی۔ ڈاکٹر مجاہد حضرت صوفی صاحب سے شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفہ اور کام پر گفتگو کر رہی تھیں اور میرا ذہن اس سوال کے گرد گھوم رہا تھا کہ اسے اسلام کا اعجاز کہا جائے یا شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی کرامت کہ اللہ رب العزت نے دہلی سے ہزار ہا میل دور کیل فرینیا کی ایک یونیورسٹی میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفہ اور تعلیمات کی اشاعت اور تعارف کا ایک ایسے دور میں انتظام کر دیا ہے جبکہ دنیا کا معاشرہ مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام کی دی ہوئی مادر پدر آزادی اور کمیونزم کے مسلط کردہ اجتماعی جبر کی حشر سامانیوں سے تنگ آچکا ہے اور کسی ایسے معتدل اور متوازن نظام کی تلاش میں ہے جو بے راہروی اور جبر کے درمیان عراط مستقیم کی حیثیت رکھتا ہو۔ یہ نظام بلاشبہ اسلام کا عادلانہ نظام ہے اور اسے جس طرح انسانی معاشرہ کے لیے اجتماعی نظام کے طور پر شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے پیش کیا ہے۔ یقیناً وہی فلسفہ مغربی جمہوریت کیپٹل ازم اور کمیونزم کا نظریاتی طور پر سامنا کر سکتا ہے اور وہ وقت قریب آگیا ہے جب ولی اللہی فلسفہ ایک زندہ اور متحرک قوت کے طور پر

۱۔ ان میں سے تین مقالے حاصل کر لیے گئے ہیں جن کا اردو ترجمہ انشا اللہ العزیز الشریعہ میں شائع کیا جائے گا۔

نظام اسلام کے احیاء و نفاذ کا ذریعہ بنے گا انشا اللہ العزیز ڈاکٹر مجاہد کو "شاہ ولی اللہ یونیورسٹی" کے منصوبہ سے آگاہ کیا گیا تو انہوں نے اس پر سجدہ سرت کا اظہار کیا اور اس وقت کی اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس کی کامیابی کی دعا کی انہوں نے کہا کہ شاہ ولی اللہ یونیورسٹی کی انتظامیہ کو اس منصوبہ کے لیے ان سے جس قسم کے تعاون کی ضرورت ہوگی وہ اس میں خوش اور سعادت محسوس کریں گی۔

## حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو صدقہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کا پوتا، مدیر الشریعہ مولانا زاہد الراشدی کا بھتیجا اور قاری محمد اشرف خان ماجد کا فرزند محمد اکرم گزشتہ روز جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم گوہر بازار کے زیر تعمیر برآمدہ کتب خانہ سے گر کر جاں بحق ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

محمد اکرم کی عمر گیارہ سال کے قریب تھی۔ وہ قرآن کریم کا پورا پورا یاد کر رہا تھا اور سکول میں چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا اللہ تعالیٰ محمد اکرم کو اس کے والدین اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے خاندان کے لیے اجر و خیر بنائیں اور سپاہندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یا اللہ العلیین (ادارہ)

## الشرعیۃ اکیڈمی گوہر انوالہ

کی طرف دینی مدارس کے طلباء کے لیے اسلامی نظام کے مختلف پہلوؤں پر

مضمون نویسی کا عالمی مقابلہ

سلسلہ اور شروع کیا جا رہا ہے انشا اللہ العزیز تفصیلات آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ڈاکٹر یحییٰ الشریعہ ڈیکوری، پوسٹ کبس ۲۳۱ گوہر انوالہ

# نظام خلاف : کا احیاء

## اُمت کے مسائل کا واحد حل

جناب ابوسلمان شاہ بہا پوری کی کتاب "تحریک نظم جماعت" سے انتخاب

ہر فرد انجام دے سکتا ہے جیسے نماز، روزہ۔ اجتماعی سے مقصود وہ اعمال ہیں جن کی انجام دہی کے لیے جماعت کا ہونا ضروری ہے۔ الگ الگ ہر فرد انجام نہیں دے سکتا جیسے نماز جمعہ.... مثلاً جمعہ کے لیے صرف اتنا ہی کافی نہ ہوگا کہ ادائے جمعہ کا طریقہ بتلا دیا جائے بلکہ جماعت کا انتظام بھی کرنا چاہیے تاکہ جمعہ عملاً انجام پاسکے۔ گویا پہلی قسم کے (انفرادی) (ناقل) اعمال کی تبلیغ کے لیے اس قدر کافی ہے کہ ان کے درجہ و عمل کا حکم دے دیا جائے اور بتلا دیا جائے کہ لوگ اس طرح انجام دیں لیکن دوسری قسم کے لیے اتنا ہی کافی نہیں ہے حصول و قیام کا بھی انتظام کرنا چاہیے کیونکہ انفرادیہ اعمال انجام نہیں پاسکتے جب تک جماعت کا انتظام نہ ہو جائے مثلاً نماز جمعہ... (ص ۲۹)

اجتماعیت کا حکم | اسلام نے مسلمانوں کے تمام اعمال حیات کے لیے بنیادی حقیقت یہ قرار دی ہے کہ کسی حال میں بھی فرادی متفرق، الگ الگ اور متشتت نہ ہوں، ہمیشہ مترتلف متحد اور کُنْفُسٍ وَ اِحْدَیۃً ہو کر رہیں۔ یہی درجہ ہے کہ قرآن و سنت میں جا بجا اجتماع و وحدت پر زور دیا گیا ہے اور کفر و شرک کے بعد کسی بد عمل سے بھلی اس قدر اصرار و تاکید کے ساتھ نہیں روکا جس قدر تفرق و تشتت سے، اور یہی وجہ ہے کہ اسلام کے تمام احکام اعمال میں یہ حقیقت اجتماعیہ بمنزلہ مرکز و محور کے قرار پائی اور... اسی لیے نظم اقوام ملت کے لیے منصب خلافت کو ضروری قرار دیا گیا کہ تمام متفرق کڑیاں ایک زنجیر میں منسلک ہوجائیں۔ (ص ۲۴)

بندوستانی مسلمانوں کی حالت | دس کروڑ مسلمان جو کرۂ ارض میں سب سے بڑی یکجا اسلامی جماعت ہے

اعمال کی اقسام | اعمال شریعت دو قسم کے ہیں۔ انفرادی اور اجتماعی انفرادی سے مقصود وہ اعمال ہیں جن کو الگ الگ

ہندوستان میں اس طرح زندگی بسر کر رہی ہے کہ تو اس میں کوئی رشتہ انسلاک ہے نہ وحدتِ وقت کا کوئی رابطہ ہے نہ کوئی قائدِ امیر ہے۔ ایک انبرہ ہے ایک گلہ ہے جو ہندوستان کی آبادیوں میں بکھرا ہوا ہے اور یقیناً ایک حیاتِ غیر شرعی و جاہلی ہے جس میں پوری اُقیم مبتلا ہو گئی ہے۔

یہ ساری مصیبت اور ناسرمدی اس لیے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا کوئی جماعتی نظام موجود نہیں جس کا انتظام شرعاً ان پر واجب تھا اور نہ ہدایتِ امت کے لیے کوئی صاحبِ امر و سلطان دماغ ہے۔ ہمہ جاہلیت کی س ایک طوائف الملوک اور جماعتی اختلال و برہمی ہے جس میں چھ کر ڈر انسان مبتلا ہیں۔ جماعتی زندگی کی اس مصیبت کی وجہ سے فوز و فلاح کے تمام دروازے بند ہو گئے ہیں۔ موجودہ حالات میں ان کی جتنی صورتیں شرعاً ہو سکتی ہیں ان سب کے لیے پہلی چیز جماعت ہے۔ چونکہ جماعت مفقود ہے اس لیے کوئی راہ نہیں کھلتی اور خود سرگردگانِ کار حیران ہو کر ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں کہ اب کیا کرنا چاہیے (ص ۲۱)

**بھیڑ اور جماعت میں فرق** (بھیڑ) پہلی چیز بازاروں میں نظر آتی ہے جب کوئی تاشا ہو رہا ہو اور وہ کسی چیز جمعہ کے دن مسجدوں میں دکھی جاسکتی ہے جب ہزاروں انسانوں کی منظم و مرتب صفیں ایک مقصد ایک جہت ایک حالت اور ایک ہی (۱۱۱) کے پیچھے جمع ہوتی ہیں.... شریعت نے مسلمانوں کے لیے جہاں انفرادی زندگی کے اعمال معترف کیے ہیں وہاں ان کے لیے اجتماعی نظام بھی قرار دے دیا ہے۔ وہ کہتی ہے زندگی اجتماع کا نام ہے۔ افراد و اشخاص کوئی شے نہیں۔ جب کوئی

قوم اس نظام کو ترک کر دیتی ہے تو گو اس کے افراد و افراد فرقا کہتے ہی شخصی اعمال و معاملات میں سرگرم ہوں سیکر۔ سرگرمیاں اس بارے میں کچھ سود مند نہیں ہو سکتیں اور قوم "جماعتی مصیبت" میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ قرآن و سنت نے بتلادیا ہے کہ شخصی زندگی کے معاصی کسی قوم کو کیا کیا برباد نہیں کرتے۔ اشخاص کی مصیبت کا زہر آہستہ آہستہ کام کرتا ہے لیکن جماعتی مصیبت کا غم ایسا تخمِ ہلاکت ہے جو فوراً بربادی کا پھیل لاتا ہے اور پوری کی پوری قوم تباہ ہو جاتی ہے۔ شخصی اعمال کی اصلاح و درستگی بھی نظامِ اجتماعی کے قیام پر رتوں ہے۔ مسلمان ہندو جماعتی زندگی کی مصیبت میں مبتلا ہیں اور جب جماعتی مصیبت سب پر چھا گئی تو افراد کی اصلاح کیڑ کر ہو سکتی ہے؟ (ص ۲۲)

**جماعتی زندگی کی مصیبت** سے مقصود یہ ہے کہ ان میں ایک جماعت بن کر رہنے کا شرعی نظام مفقود ہو گیا ہے۔ وہ بالکل اس گلے کی طرح ہیں جسکا انبرہ جنگل کی جھاڑیوں میں منتشر ہو کر ہو گیا ہو۔ وہ بسا اوقات یکجا ہو کر اپنی جماعتی زندگی کی فائز کرنا چاہتے ہیں۔ یکیشیاں بناتے ہیں۔ کافر نہیں منعہ کرتے ہیں لیکن یہ تمام اجتماعی فائز شریعت کی نظر میں بھیڑ اور انبرہ کا حکم رکھتی ہیں۔ جماعت کا حکم نہیں رکھتی۔ (ص ۲۳)

**دین کامل** اسلام کا اعلان ہے کہ دین کامل ہو چکا۔ **الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ** اور دین کامل وہی ہے جو اپنے پیروؤں کی ہر عمد اور ہر حالت میں رہنمائی کر سکے۔ پس اگر مسلمانوں کو ایسے اہم اور بنیادی معاصی (اتفاق)

اجتہاد میں یہ بھی نہیں بتلا سکتا کہ انہیں کیا کرنا چاہیے؟  
 حتیٰ کہ وہ میسزوں سرگرواں و حیران رہتے ہیں۔ پے در پے  
 مشوروں کے جلسے کرتے ہیں۔ میٹر ہو کر ایک دوسرے  
 کا مزے لگتے ہیں اور پھر مجبور ہوتے ہیں کہ کسی غیر شرعی تجویز  
 پر کاربند ہونے کا اعتراف کر لیں تو اس سے بڑھ کر  
 اسلام کی بے مانگی و تہی دستی اور نقصِ شریعت کا کیا  
 ثبوت ہو سکتا ہے؟ (ص ۲۹۳)

یہ کیسی عجیب بات ہے کہ اسلام مسلمانوں کو روزانہ  
 مزدوریات و اعمال کی چھوٹی چھوٹی باتیں تک بتلا دے  
 لیکن یہ نہ بتلا سکے کہ چھوڑو ڈرانسان اپنا ایمان کیونکر  
 محفوظ رکھ سکتے ہیں۔

پس اگر خلافت کا مسئلہ دینی مسئلہ ہے تو اس کی  
 جدوجہد کی ہر منزل کے لیے شریعت کے احکام کو بھی بالکل  
 اسی طرح صاف اور واضح ہرنا چاہیے جیسے اَقْبِسُوا  
 الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ

اگر گنا جانے کہ احکام ہم کو معلوم ہیں مگر ہندوستان  
 میں ہماری حالت ایسی مجبوری اور بے بسی کی ہے کہ  
 ان پر عمل نہیں کر سکتے۔

تو یہ مجبوری دو حالتوں سے خالی نہیں۔ یا واقعی  
 ہے یا غیر واقعی۔ اگر واقعی نہیں ہے تو وہ عذر ہی  
 نہیں ہے اور اگر واقعی ہے تو خدا کی شریعت عادلہ  
 انسان کی فلاح و صلاح کے لیے ہے۔۔۔۔ اس نے  
 برحمت کے لیے حکم دیے ہیں اور ہر طرح کے غدروں  
 کی پذیرائی کی ہے اور ہر قسم کے حالات و مقتضیات کی  
 راہیں باز رکھی ہیں۔ لہذا رت کے لیے وضو کا حکم دیا،  
 لیکن اگر مہر پیش آ جائے تو معذور کے لیے تیمم کا حکم  
 بھی موجود ہے۔ معذور کے لیے تیمم کا عمل دیا بھی صحیح  
 کامل ہے جیسے غیر معذور کے لیے وضو۔ پس اگر ہندوستان

میں مسلمانوں کو واقعی عذرات در پیش ہیں تو عذرات کی  
 صورت میں بھی مثل حکم تیمم کے کوئی حکم ہونا چاہیے۔ وہ حکم  
 کیا ہے؟ اس کو بتلایا جائے اور (اس پر) عمل کرنا چاہیے۔  
 مسلمان حکومت و سلطنت سے تہی دست ہر جا میں لیکن  
 خدا کے لیے اسلام کو راہنمائی و ہدایت سے تہی دست  
 ثابت نہ کر دے۔ چھوڑو مسلمانوں میں ایک بھی خدا کا بندہ  
 ایسا نہ رہا جو اسلام کے نور ظلم و ہدایت سے اس غفلت و  
 کوری غفلت کو دور کر سکے اور مسلمانوں کو یہ کہہ کر بلا سکے کہ  
 عَلٰی بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنْ اَتَّبَعَنِيْ . کیا اسلام کی قوتِ تعلیم و  
 تربیت اب اس قدر نامراد ہو گئی ہے کہ کھل کی اس  
 پوری اقلیم میں ایک بھی کام کا انسان پیدا نہیں کر سکتی۔  
 کسی زمانے میں ہر دوسرا مسلمان راہنما ہوتا تھا کیا اب پرے  
 چھوڑو مسلمانوں میں ایک بھی ایسا شریعت دان نہیں جو  
 از روئے شریعت لوگوں کی راہنمائی کر سکے۔ اَلَيْسَ مِنْكُمْ  
 رَجُلٌ رَّشِيْدٌ . (ص ۲۹۶)

**وقت کا تقاضا**

آج وقت کی سب سے بڑی اور دائی  
 فرضِ اسلامی کی سب سے نازک اور  
 فیصلہ کن گھڑی ہے جو آزادی ہند اور مسلمہ خلافت کی شکل میں  
 ہمارے سامنے آگئی ہے۔ ہندوستان میں دس کروڑ مسلمان  
 ہیں۔۔۔ فی الحقیقت احکامِ شریعت کی رو سے مسلمانانِ ہند کے  
 لیے صرف دو ہی راہیں تھیں اور اب بھی دو ہی راہیں ہیں۔ یا تہمت  
 کر جائیں یا نظامِ جماعت قائم کر کے ادا نئے فرضِ وقت کے  
 لیے کوشاں ہوں۔ (ص ۲۹۷)

احکامِ شریعت پر کال ۳۵ برس تک میں پوری  
 طرح غور و غوض کیا اور اس ۲۵ سال کے طے میں شاید  
 ہی کوئی دن ایسا ہو جس کی کوئی صبح کوئی شام اس نکرے  
 خالی گزری ہو۔ بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ واضح شریعت کا  
 مشاہدہ ہے کہ اس کے احکام یک جماعتی نظام کے تحت اجراء

پس میں اس کا تقاضا ہے اس کا تقاضا ہے اس کا تقاضا ہے اس کا تقاضا ہے

افغانستان کے مختلف محاذوں پر جساد میں شریک نوجوانوں کی تنظیم

# حرکت المجاہدین کا ترانہ

۲۱ دسمبر ۸۹ء کو میونسپل کارپوریشن گوجرانوالہ کے جناح ہال میں منعقدہ حرکت المجاہدین کے جلسہ عام میں سید سلمان گیلانی نے یہ ترانہ پیش کیا

حرکت المجاہدین، آفرین و آفرین

حیات کیا، مات کیا، یہ پوری کائنات کیا  
نہیں خدا کے ہاتھ کیا، تو پھر یہ کیوں چال چلیں

حرکت المجاہدین، آفرین و آفرین

تو ہمد رب پر رکھ نظر، کئے جوراہ حق میں سر  
بشت اس کا ہے مژ، ہے صاف آیت میں

حرکت المجاہدین، آفرین و آفرین

کہاں غلطی بات ہے، غلطی تیرے ساتھ ہے  
خدا کا ہتھ پہ ہاتھ ہے، تو اس کے در پہ رکھ جیوں

حرکت المجاہدین، آفرین و آفرین

پیام حق سنانے جا، ترانہ میرا گائے جا  
یہ کفر کو بتائے جا، کہ یہ ہے طرزِ نو میں

حرکت المجاہدین، آفرین و آفرین

خدا کا لطف عام ہو، جہاں میں اونچا نام ہو  
تجھے میرا سلام ہو، مجاہدوں کی سرزمین

حرکت المجاہدین، آفرین و آفرین

حرکت المجاہدین، آفرین و آفرین

علم اٹھا قدم بڑھا، نہ غیر حق سے خوف کھا  
تیری مدد کرے خدا، خدا پر تو بھی رکھتے ہیں

حرکت المجاہدین، آفرین و آفرین

نہ کوئی عذر لنگ کر، تو کافروں سے جنگ کر  
زمین ان پر تنگ کر، نہ مل سکے اماں کیوں

حرکت المجاہدین، آفرین و آفرین

لگادہ ضرب کفر پر، اٹھا سکے نہ پھر وہ سر  
بے گنا ایک روز سزا، کہ خیر کا ہے تو امیں

حرکت المجاہدین، آفرین و آفرین

نجیب سے نہ بات کر، اٹھ اس سے دودو ہاتھ کر  
رسید ایک لات کر، اگر سے گایو نہی یہ لعین

حرکت المجاہدین، آفرین و آفرین

تو جھلے بجال کر، تو کفر سے قتال کر  
نہ کوئی قیسل دقال کر، یہ سوچنے کی جانیں

حرکت المجاہدین، آفرین و آفرین

تو حق کی ترجمان ہے، تو دیں کی پاسبان ہے  
جویرا نوجوان ہے، وہ جراتوں کا ہے امیں

حرکت المجاہدین، آفرین و آفرین

سید سلمان گیلانی

# عیسائی مذہب کیسے وجود میں آیا؟

تبصرہ، تحقیق، جائزہ

انجیل نہیں ہیں۔ مسیحیوں کے موجودہ عقائد، عقائے حقیقی سے بالکل مطابقت نہیں رکھتے۔ اس مقصد کے لیے ضروری ہے کہ ہم مذہب مسیحی اور انجیل پر ایک نظر ڈال لیں۔

عیسائیوں کا یہ دعویٰ  
عیسائی مذہب کا بانی کون؟

لفظ ہے کہ عیسائی مذہب کے بانی خود حضرت مسیح ہیں۔ درحقیقت اس مذہب کا بانی پولوس ہے۔ عہد جدید میں چودہ خطوط اس کے نام منسوب ہیں۔ یہ شخص ایک یہودی تھا جو کافی عرصہ عیسائیوں کو تکلیف اور ایذا دینے کے بعد حضرت مسیح پر ایمان لے آیا۔ حضرت مسیح کا باقاعدہ شاگرد نہیں تھا۔ چنانچہ پادری جے جے لوکس اعتراف کرتے ہیں کہ:

”وہ اور رسولوں کی مانند مسیح کے ساتھ نہیں رہا نہ مسیح سے اوروں کی طرح تعلیم پائی نہ دوسرے رسولوں کی طرح بلا یا گیا۔“  
(گزشتہ صفحوں کے پہلے خط کی تفسیر مطبوعہ ۱۹۵۸ء تفسیر ص ۲)

اس صورت حال میں چاہئے تو یہ تھا کہ وہ ایمان لانے کے فوراً بعد حضرت مسیح کے نابھوں کے پاس جاتا اور ان سے تعلیم و تربیت پاتا لیکن بڑا یہ کہ ایمان لانے کے فوراً

عیسائیوں کی کتب مقدسہ کے مجموعہ کو ”انجیل“ کہا جاتا ہے۔ یہ دو اجزا میں منقسم ہے۔ ایک کو عہد نامہ قدیم (اولڈ ٹیسٹامنٹ) اور دوسرے کو عہد نامہ جدید (نیو ٹیسٹامنٹ) کہا جاتا ہے۔ اہل اسلام کے ایمان کے مطابق حضرت عیسیٰ پر اللہ تعالیٰ نے ”انجیل“ نام کی ایک کتاب نازل کی تھی اس نے شریعت موسیٰ کے احکام میں تبدیلیاں کیں۔ (سورۃ آل عمران آیت ۵۰) آج کی انجیل اربعہ (متی، لوقا، مرقس اور یوحنا) اور دیگر کئی بھی موجودہ انجیل کو ”اصل انجیل“ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ یہ تمام تحریریں حضرت مسیح کی سوانح عمری پر مشتمل ہیں۔ پادری ولیم میمن لکھتے ہیں کہ:

”انجیل اربعہ... میں جناب مسیح کی

سوانح عمری اور تعلیم مرقوم ہے“

(رسالہ تحریف انجیل و صمت انجیل ص ۵)

اور ”المنجد فی الاعلام“ کا عیسائی مصنف انجیل کا تعارف یوں کرتا ہے:

”والا انجیل مجرورۃ اعمال مسیح واقوالہ“ (ص ۳)

انجیل مسیح کے اقوال و اعمال (سوانح عمری)

کا مجموعہ ہیں

ہمارا اعتقاد ہے کہ عیسائیوں کی موجودہ انجیل قرآن کی تصدیق کرے

بعد تین سال کے لیے عرب چلا گیا اور وہاں سے واپس آ کر یروشلم میں صرف پندرہ دن لپٹس کے پاس رہا اور پھر تبلیغ کے لیے نکل کھڑا، ابرا اور عوام میں بلند ترین مقام حاصل کرنے میں بت جلد کامیاب ہو گیا۔ اپنی مقبولیت کے ضمن میں لکھتا ہے:

"تم نے... خدا کے فرشتے بلکہ مسیح یسوع کی مانند مجھے مان لیا... اگر ہر سکتا تو تم اپنی آنکھیں بھی نکال کر مجھے دس دیتے"

(گلیتوں ۳: ۱۵۱۴)

اب اس شخص نے کیا کیا؟ ایسے ایسے گمراہ کن عقائد مسیحیت میں داخل کر دیے جن کا کہیں سے تڑت نہیں ملتا۔ الوہیت مسیح، موروثی گناہ، کفارہ وغیرہ کا ذکر سب سے پہلے اس کی تحریروں میں پایا جاتا ہے۔ پادری جے پیٹرسن اٹسمہ کا یہ جملہ نہایت قابل غور ہے کہ "سب سے پہلے مسیحی صحیفے پوروس کے خطوط تھے"

(حیات و خطوط پوروس مطبوعہ ۱۹۵۲ء ص ۱۴)

اور اسی مصنف کی اسی صحیفہ پر تصریح ہے کہ پوروس کے خطوط لکھنے کا سلسلہ سنہ ۱۰۰ میں شروع کیا جا چکا تھا اور ان کے الفاظ یہ ہیں کہ:

"ہماری اناجیل میں سے ایک بھی کتاب اس وقت سے جس سال تک ضبط تحریر میں نہ آئی" (ایضاً)

یہودیت ایک محدود اور نسلی مذہب تھا۔ حضرت مسیح کی بعثت کا مقصد صرف نبی اسرائیل کو ہدایت کرنا تھا۔ چنانچہ آپ کا فرمان انجیل متی میں یوں مرقوم ہے کہ:

"میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھینٹوں کے سوا اور کس کے لیے نہیں بھیجا گیا۔" (۲۴: ۱۵)

یہ رہا اناجیل موجود اور مسیحی علماء کا نوقف انجیل برنابا میں نہیں بھیجا گیا مگر صرف اسرائیل کی قوم کی جانب سے (۲۱: ۲۱) مرقوم ہے۔

قرآن پاک نے فرمایا ہے کہ آپ کی تڑت صرف بنی اسرائیل کے لیے تھی۔ (آل عمران آیت ۷۱) مسیح نے اپنے شاگردوں کو حکم دیا کہ:

"غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھینٹوں کے پاس جانا" (متی ۱۰: ۶)

اور پادری لینڈرم لکھتے ہیں:

"مسیح نے خود صرف بنی اسرائیل کے لیے کام کیا اور اپنی دنیاوی زندگی کے وقت اپنے شاگردوں کو صرف اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھینٹوں کے

پاس بھیجا۔ (مسیحی تعلیم کا خلاصہ مصنفہ پادری رابرٹ اے لینڈرم مترجمہ پادری ایم پیمن مطبوعہ ۱۹۲۶ء ص ۱۴) ادھر پوروس نے دین مسیح کے نام پر غیر اقوام کو تعلیم دی۔ "تم سب جتنوں نے مسیح میں شامل ہونے کا بت پسند لیا، مسیح کو سین لیا نہ کوئی یہودی رہا نہ یونانی، نہ کوئی غلام نہ آزاد، نہ کوئی مرد نہ عورت کیونکہ تم سب مسیح یسوع میں ایک ہو" (گلیتوں ۳: ۲۶ و ۲۷)

جن غیر یہودیوں کو مسیح کتا (انجیل متی ۱۵) اور کتے کو ان سے افضل (انجیل برنابا ۲۲: ۲۲) بتا رہے ہیں وہ سب مسیح میں ایک ہو گئے۔ سائے اقیانات رفع ہو گئے۔ پادری واکر صاحب کا یہ قول بھی سنو کہ مضبوط تر کر دیتا ہے کہ "مسیحی جامعیت کے لیے خطرہ تھا کہ وہ منس ایک یہودی فرقہ زہن میں جا گئے لیکن پوروس کی کوششوں سے مالگیر کلیسیا بن گئی۔"

(تفسیر بر اعمال کی کتاب مطبوعہ ۱۹۵۹ء ص ۲۳)  
ایک جانب تو پولس نے کلیسیا کو عالمگیر بنایا دوسری  
جانب اس نے ایک اور نکل بھی کھلایا۔ مسیح علیہ السلام  
شریعت موسیٰ کے تابع تھے۔ بائبل میں تو لکھا ہے:

"یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابوں کو  
فسخ کرنے آیا ہوں۔ فسخ کرنے نہیں  
بلکہ پورا کرنے آیا ہوں کیونکہ میں تم سے پہلے  
کتابوں کو جب تک آسمان اور زمین ملی نہ  
جائیں ایک نقطہ یا ایک شرشہ تورت سے  
ہرگز نہ ملے گا جب تک کہ سب کچھ پورا نہ ہو جائے  
پس جو کئی ان پھرنے سے پھوٹے حکموں میں سے  
بھی کسی کو توڑے گا اور میری آدمیوں کو سکھلائے  
گا وہ آسمان کی بادشاہی میں سب سے پھوٹا  
کھلائے گا لیکن جو ان پر عمل کرے گا اور ان  
کی تعلیم دے گا وہ آسمان کی بادشاہی میں ڈرا  
کھلائے گا" (انجیل متی ۵: ۱۷-۱۸-۱۹)

ایک جانب تو شریعت کی یہ فضیلت و منقبت دوسری جانب  
پولس کہتا ہے کہ:

"پہلا حکم (توریت یا شریعت) کمزور اور بے فائدہ  
ہونے کے سبب سے فسخ ہو گیا۔"  
(عبرانیوں ۷: ۱۸)

یادری آگے دیکھتے ہیں کہ:

یہودی سیمی (مختون لوگ) یہ سمجھتے تھے کہ  
سیمیٹ درحقیقت یہودیت کی ایک بہتر  
اور پاک تر شکل ہے۔ مین اس موقع پر انقلاب  
پولس وارد ہوتا ہے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ شریعت  
صرف ایک محدود وقت کے لیے تھی۔ اس کا  
کام محض لوگوں کو مسیح کی بادشاہت کے لیے

تیار کرنا تھا۔ (حیات و خطوط پولس مصنفہ یادری  
جے پریٹسن آگے مترجم یادری ایس این طالب الدین  
مطبوعہ ۱۹۵۲ء ص ۸۲-۸۳)

بہ تقدیر کے لیے پولس کے ان اقوال کو نقل کرتے  
ہیں جو اس نے شریعت کی شان میں کہے:

- ۱۔ "جتنے شریعت کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں وہ سب  
لعنت کے ماتحت ہیں" (گلتیوں ۲: ۱۰)
- ۲۔ "اب جو تم نے خدا کو پہچانا بلکہ خدا نے تم کو  
پہچانا تو ان ضعیف اور نئی ابتدائی باتوں  
(شریعت) کی طرف کس طرح پھر رجوع کرتے  
ہو جن کی دوبارہ تلامی چاہتے ہو" (گلتیوں ۴: ۹)
- ۳۔ "مسیح جو ہمارے لیے لعنتی بنا اس نے ہمیں  
مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔"  
(گلتیوں ۳: ۱۳)

۴۔ ایمان کے آنے سے پیشتر شریعت کی تہمتی  
میں ہماری نگہبانی ہوتی تھی اور اس کے ایمان  
کے آنے تک جو ظاہر ہونے والا تھا ہم اس کی  
کے پابند رہے۔ پس شریعت مسیح تک پہنچانے  
کو ہمارا استاد بنی تاکہ ہم ایمان کے سبب  
سے راست باز ٹھہریں مگر جب ایمان آچکا  
تو ہم استاد کے ماتحت نہ رہے۔"

(گلتیوں ۳: ۲۳ و ۲۴)

۵۔ ختنہ کرنا شریعت کا ایک ناقابل تردید حکم تھا  
خود مسیح کا ختنہ ہوا۔ پولس نے بھی اپنے مختون  
ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ پھر آج کل کے  
سیمی تہمت کے کیوں مخالف ہیں؟ دراصل وہ  
پولس کی یہودی میں ماسے گئے۔ پولس کا فلسفہ  
ہے کہ: "اگر تم ختنہ کرواؤ گے تو مسیح میں تم کو

آدمیوں کو گمراہ بنانے کا ذریعہ ٹھہرایا ہے۔ وہ سخت کفر کی  
سنادی کرنے والے ہیں۔ مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور منتہ  
کرنے سے انکار کرتے ہیں جس کا خدا نے ہمیشہ حکم دیا ہے۔ ہر  
بہنس گوشت کو جائز بتلاتے ہیں۔ یہ ایسے آدمی ہیں کہ ان  
کے شمار میں پرس بھی گمراہ ہوا۔ وہ کہ اس کی نسبت جو کچھ کہیں  
افسوس ہی سے کہتا ہوں۔ اس کی وجہ سے میں اس حق کو  
لکھ رہا ہوں جیسے کہ میں نے اس آشنا میں دیکھا ہے جب  
کہ میں یسوع کی رفات میں تھا اور یہ اس لیے لکھتا ہوں تاکہ  
تم تھپکارا پاؤ اور شیطان تم کو ایسا گمراہ نہ کرے کہ اس گمراہی  
سے تم خدا کا دین قبول کرنے میں ہلاک ہو جاؤ۔“

(انجیل برناباس مقدمہ آیت ۲-۷)

اس آقباس کے سیاق میں (اعمال ۱۵: ۲۶-۲۱)

اور (گلتیوں ۱۱۱۲-۱۱۳) پڑھنے سے معلوم ہوا کہ پرس برناباس  
اور پرس کے درمیان غیر قوموں کے باسے میں جھگڑا تھا  
مختصراً یہ کہ برناباس اور پرس پہلے اگلیے تبلیغ کے لیے جاتے  
ہے۔ ان کا ایک ساتھی ”یرحنا قس“ تھا۔ ایک سفر کے  
دوران یہ راستے ہی سے واپس آگیا۔ جب دوبارہ سفر کا  
موقعہ آیا تو لڑتا بیان کرتا ہے کہ دونوں کے درمیان جھگڑا  
ہو گیا اور اس جھگڑے کی وجہ ”یرحنا قس“ تھا۔ برناباس  
اسے ساتھ لے جانا چاہتا تھا جبکہ پرس کا موقف یہ تھا  
کہ ہمیں ایک بے وفات شخص کو ساتھ نہ لے جانا چاہیے۔ اس  
پر ”ان میں ایسی سخت تکرار ہوئی کہ ایک دوسرے سے  
جدا ہو گئے“ (اعمال ۱۵: ۲۹) اس کے بعد اعمال کی  
کتاب میں برناباس کا ذکر نہیں ملتا۔ پادری جے پیٹرین  
استھاس داتو کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ وہ اس جھگڑے کے  
بعد کبھی نہ ملے۔ (ایضاً صفحہ ۹)۔

پچھ فائدہ نہ ہوگا“ (گلتیوں ۲: ۵)

۶- ”تم جو شریعت کے وسیلے سے راستباز ٹھہرنا  
چاہتے ہو مسیح سے الگ ہو گئے اور فضل  
محرورم“ (گلتیوں ۲: ۱۵)

۷- ”شریعت کے وسیلے سے کوئی شخص خدا کے  
نزدیک راستباز نہیں ٹھہرتا کیونکہ لکھا ہے کہ  
راستباز ایمان سے جیسا رہے گا اور شریعت  
کو ایمان سے کچھ واسطہ نہیں۔“

(گلتیوں ۳: ۱۱-۱۲)

پیغام مسیح تو فقط یہودیوں کے لیے اور شریعت  
موسوی کی تبلیغ و اشاعت تھا۔ یوروس کے مذکورہ رویہ  
سے شاگردان مسیح اور یوروس کی راہیں جدا جدا ہو گئیں۔  
پادری بلیکی لکھتے ہیں:

”رسولوں کے زمانہ میں مسیحی کلیسیا کی تاریخ  
جوش و خروش میں منقسم ہو جاتی ہے۔ ان میں ایک  
قوم یہود سے اور دوسری غیر اقوام سے وابستہ  
ہے۔ یہودی تاریخ کی شاخ بارہ رسولوں سے  
ملا تہ رکھتی ہے اور غیر قوموں کی تاریخ زیادہ  
پوروس کی حرکات سے وابستہ ہے۔ کتاب اعمال  
کا پہلا حصہ پہلی شاخ کا بیان قلمبند کرتا ہے اور  
باقی ماندہ حصہ دوسری شاخ کا“

تواریخ بائبل مصنفہ پادری ولیم جی بلیکی ڈی ڈی

مترجم پادری طالب الدین مطبوعہ ۱۹۵۵ء صفحہ ۵۲۵

اس ضمن میں انجیل برناباس کا بیان حسب ذیل ہے:

”عزیزو! بے شک خدا نے عظیم عیب نے اس پچھلے

زمانہ میں اپنے نبی یسوع مسیح کی معرفت ہماری خبر گیری اپنی

بڑی مہربانی سے کی۔ ان آیتوں اور اس تعلیم کے بارہ میں جس

کو شیطان نے تعوی کے فائش دعوے سے بہت سا

• اگھڑا، اجداد اور بد خوئیت میں نہیں جانے گا۔ حدیث نبوی

# اخلاص اور اس کی برکات

ایک شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں حج کرتا ہوں اور مناسک کی ادائیگی کے وقت میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ لوگوں کو میرا ان مناسک کو ادا کرنا معلوم ہو جائے۔ وہ دیکھیں کہ میں یہ نیک عمل کر رہا ہوں.... آپ نے سن کر کوئی جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

فمن كان يرحو القار ربه فليعمل عملاً صالحاً ولا يشرك بعبادة ربه احداً (الکہف)

ترجمہ: پھر جس کو اپنے رب سے شے کی امید ہو وہ نیک کام کرے اور اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔

## اخلاص کمال ایمان کی دلیل ہے

ابرداؤد اور ترمذی نے سند حسن کے ساتھ روایت کی ہے:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من احب الله وابتغى الله واعطى الله ومنع الله

فقد استكمل الايمان

جس نے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ کے لیے بغض رکھا، اس کے لیے دُعا اور اس کی خاطر روکا تو اس نے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا۔

اخلاص یہ ہے کہ انسان کا قول، عمل اور ہر گوشش صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہو، اس کی رضا کے لیے ہو اس کے قول و عمل میں طلب جاہ و مال یا ریا ریزہ ہو۔

اسلام میں اخلاص کی اہمیت

متعدد بار اخلاص کی طرف دعوت دی گئی ہے۔ فرمایا  
قل ان صلاقی وضکی ومحیای و مصافی  
للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت  
وانا اول المسلمین۔ (سورۃ الانعام)

تو کہہ کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جہان اور میرا نماز اللہ ہی کے لیے ہے جس سے جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور یہی محمد کو حکم ہوا اور میں سب سے پہلا فرماں بردار ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے اخلاص کا حکم فرمایا:

وما امروا الا ليعبدوا الله مخلصين له الدين (البینۃ)

اور ان کو یہی حکم ہوا کہ صرف اللہ ہی کی بندگی کریں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اعمال کی قبولیت کا مدار اخلاص ہی کو ٹھہرایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (بروایت ابن ابی حاتم، عن طاووس....

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم  
يقول: انما الاعمال بالنيات، وانما لكل امرئ ما نوى، فمن كانت هجرته الى الله ورسوله  
فهجرته الى الله ورسوله، ومن كانت هجرته  
الى دنيا لصبها، او امرأة يكرها، فهجرته  
الى ما هجر اليه (بخاری، مسلم)

امال کا دار و معارفت پر ہے۔ برآدی کو اسی  
کا اجر ملے گا جس کی اس نے نیت کی۔ لہذا جس  
نے اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہجرت کی  
تو اس کا اسے ثواب ملے گا اور اگر کسی نے کسی دنیاوی  
غرض کے لیے ہجرت کی تو اسے وہی کچھ ملے گا اور  
اگر کسی عورت کے لیے ہجرت کی (تو ہو سکتا ہے کہ)  
اس سے نکاح کرے لیکن آخرت میں ان کا اجر تب  
نہ ہوگا۔

اخلاص اور نیک نیت

### اخلاص کی قیمت

بندی عطا ہوتی ہے اور اس کو ابرار کی منازل پر لے  
جاتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
طوبى للمخلصين؛

الذین اذا حضروا لم يعرفوا... اذا غابوا لم  
يفتقدوا... اولئك مصابيح الهدى، تنجلي  
عنهم كل فتنة ظلمار (رواه البيهقي من ثوبان عن  
مخلصين کے لیے بشارت ہو

وہ لوگ کہ جب وہ کسی جگہ موجود ہوں تو کوئی انہیں  
جانتا نہ ہو اور جب وہ کسی جگہ موجود نہ ہوں تو ان کی کمی  
مکس نہ ہو۔ یہی لوگ ہایت کے چراغ ہیں۔ ان کی  
برکت سے انسان پرانی برائی صیبت مٹتی ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو دیکھتے ہیں مظاہر اور اشکال  
کو نہیں دیکھتے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کی ہے۔  
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:  
ان الله لا ينظر الى اجسامكم ولا الى صوركم  
ولكن ينظر الى قلوبكم (مسلم)

اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور تمہاری صورتوں  
کو نہیں دیکھتے بلکہ وہ تمہارے دلوں (کی نیتوں)  
کو دیکھتے ہیں۔

ابرونی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ  
علیہ وسلم سے پوچھا گیا:

ایک آدمی اپنی بہادری کے انہماک کے لیے لڑتا ہے  
ایک آدمی قومی حیت کے تحت لڑتا ہے۔  
ایک آدمی دکھاوے کے لیے لڑتا ہے

ان میں سے کون شخص راہِ خدا میں لڑ رہا ہے؟  
اُس نے فرمایا۔ جو شخص اعلیٰ کلمۃ اللہ کے  
لیے جہاد کرتا ہے وہ جہاد فی سبیل اللہ کرتا ہے یعنی جس  
کا لڑنا کلمۃ حق کی سر بندگی کے لیے ہو وہ مجاہد فی  
سبیل اللہ ہے۔ (بخاری، مسلم)

عمل کا معیار

عمل خیر نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ اس کے کرنے میں نیت نیک نہ ہو اور خالص  
اللہ کے لیے نہ ہو کیونکہ ہر عمل کی ایک غایت ہوتی  
ہے اور غایت اولیٰ ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ سوائے خیر کے کسی کام کا حکم نہیں کرتا  
اور سوائے خیر کے کسی چیز کو پسند نہیں فرماتا۔ لہذا  
انسان کی تمام زندگی کا مقصد اپنے لیے اور تمام  
نبی نوح انسان کے لیے طلبِ خیر ہونا چاہیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں



اس نے مال لیا اور چلا گیا اور کچھ بھی باقی نہ چھوڑا۔  
یا اللہ! اگر میرا یہ عمل خالص تیری رضا کے لیے تھا تو  
ہمیں اس مصیبت سے نجات دے۔ چنانچہ وہ پتھر  
بٹ گیا اور وہ (خوش خوش) نکل کر چلے گئے۔

(بخاری و مسلم)

جو شخص صفت اخلاص سے متصف ہوگا  
اسے کامیابی حاصل ہوگی۔ جس جماعت میں ایسے  
افراد ہوں گے اس جماعت میں خیر و برکات کا دُور و  
ہوگا۔ کھٹیا صفات اس میں معدوم ہوں گی۔ دنیاوی  
شہوات ان سے مرتفع ہوں گی۔ ملت میں اعلیٰ مقام  
کا حصول ان کا مطمح نظر ہوگا اور معاشرے میں امن  
سلاستی عام ہوگی۔

یہ اخلاص ہی کی برکت تھی کہ صحابہؓ میں ریا،  
نفاق اور جھوٹ بالکل معدوم تھا۔ زندگی کے اعلیٰ  
مقاصد کا حصول ہی ان کا مقصد حیات تھا۔ تمام صحابہؓ  
اقامتِ دینِ اعلیٰ کلمۃ اللہ، عدل و انصاف کو عام کرنے  
اور رضائے خداوندی کو اصل مقصد سمجھتے تھے۔  
اللہ تعالیٰ نے انہیں حکومت و شرکتِ عطا فرمائی  
دنیا کا مقصد بنایا اور وہ تمام عالم کے سردار بن گئے۔  
عمل میں اگر کچھ کی بشری کمزوری کی وجہ سے  
رہ جائے تو اللہ تعالیٰ اخلاص کی برکت سے اس عمل  
کا پورا پورا اجر فرماتے ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے۔  
غزوہ تبوک میں ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔  
آپ نے فرمایا (ہم تو یہاں جہاد کر رہے ہیں لیکن مدینہ  
میں مجھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے کوئی سفر نہیں کیا کوئی  
وادی طے نہیں کی مگر (ثواب میں) وہ تمہارے ساتھ  
ہیں۔ انہیں مرض نے گھیر لیا (اور نیت ان کی بھی جہاد کی تھی)

اور ایک روایت میں ہے

مگر ثواب میں وہ تمہارے ساتھ شریک ہیں۔

(ابوداؤد اور ترمذی)

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا روایت

کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص نیند کے غلبہ کی وجہ سے سہری کو اٹھ کر  
ناز نہ پڑھ سکے اسے اللہ تعالیٰ ناز کا ثواب دیتے ہیں  
اور نیند پر اس کو صدقے کا ثواب ملتا ہے۔

سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت  
کرتے ہیں:

من سأل الله الشهادة بصدق بلغه الله  
منازل الشهداء، وإن مات على فراشه  
جو اللہ تعالیٰ سے شہادت کی دُعا مانگے تو اللہ  
اسے شہداء کا مرتبہ عطا فرماتا ہے اگرچہ وہ اپنے  
بستر پر ہی کیوں نہ مرے۔

ریا اور بُری نیت | جس طرح صفت  
اخلاص اور نیک نیت

سے متصف ہونے سے انسان کو اعلیٰ مرتبہ نصیب  
ہوتا ہے اسی طرح سے ریا سے متصف ہونے سے  
اور بُری نیت کی وجہ سے انسان اسفل سافلین کے  
درجے میں جاگرتا ہے کیونکہ عمل کا اصل باعث اخلاقی  
عنصر ہے اور وہی رب تعالیٰ سبحانہ کی نظر کا محور  
ہے (یعنی اللہ تعالیٰ اسی اخلاقی عنصر کو دیکھتے  
ہیں۔ بل کا درجہ ثانوی ہے) جیسے ایک حدیث ہے کہ  
حضرت ابوبکرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب دو مسلمان توراہیں  
سوت کر آمنے سامنے آتے ہیں (اور نیتیں میں  
ایک تعلق ہو جاتا ہے) تو قاتل اور مقتول دونوں ذرئی

فرماتے ہیں (یعنی اخلاص میں جتنی قوت ہوگی اتنا ہی اجر زیادہ ہوگا)۔

لیکن اگر برائی کا ارادہ کیا لیکن وہ برائی کی نہیں تر اس (اجتناب) پر بھی ایک کامل نیکی اس کے نام اعمال میں لکھی جائے گی اور اگر بدی کا ارادہ کر کے وہ گناہ بھی کر لیا تو صرف ایک گناہ ہی لکھا جائے گا۔

یعنی اگر برائی کا ارادہ کر کے خوفِ خدا اور اس پر ایمان کی وجہ سے برائی سے باز رہا تو عند اللہ یہ ایک نیکی گنی جائے گی لیکن اگر وہ گناہ کسی خارجی سبب سے نہ کر سکا تو یہ کوئی نیکی نہیں۔ لیکن اس پر بھی اسے خدا کا شکر کرنا چاہیے کہ اس نے گناہ سے بچالیا۔ مزید برآں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الله تجاوز عن امتي عما حدث به انفسها. کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لوگوں کے دلوں کے دوسروں کو معاف فرمادیا ہے۔

ریاکی شان یہ ہے کہ وہ بندے اور خدا کے درمیان حجاب بن جاتی ہے اور اسے حیوانوں کے زمرے میں لا شامل کرتی ہے، پھر اس کے نفس کا تزکیہ نہیں ہر پاتا۔ اس کا کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا کیونکہ دکھلا دے کے کام کرنے والے کی نہ کوئی رائے ہوتی ہے نہ اس کا کوئی عقیدہ ہوتا ہے بلکہ وہ گراٹ کی طرح ہوتا ہے کہ رنگ بدلتا رہتا ہے اور ہوا کے رخ پر چلتی ہے بل کی تختگی اس سے ناممکن ہو جاتی ہے۔

ریاکی مطلب ہے عبادات کے ذریعے جاہ و منزلت کا طلب کرنا اور اللہ سبحانہ نے اس سے بچنے اور اسے ترک کرنے کا صریح حکم فرمایا ہے کیونکہ اس سے انفرادی اور اجتماعی برائیاں پھیلتی ہیں۔ اس لیے فرمایا:

ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! قتال کا دوزخی ہونا تو سمجھ میں آگیا لیکن مقنن کیونکر دوزخی ہوا؟

آپ نے فرمایا۔ مقنن بھی تو اپنے مد مقابل کو قتل کرنے پر چڑھیں تھا۔ (بخاری و مسلم) غرضیکہ اپنے ساتھی کو قتل کا ارادہ بھی اسے دوزخ میں لے گیا۔ اللہ تعالیٰ سبحانہ حساب تو میزوں پر لیں گے خواہ وہ ظاہر کرے یا اسے چھپائے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے

وان تبد واما فی انفسکم او تخفوه

یحا سبکم بہ اللہ (فقہ - ۲۸۴)

خواہ تم اپنے دل کی بات کو چھپاؤ یا اسے

ظاہر کر دو اللہ تعالیٰ تم سے حساب فرورہیگی

اسی فرمان باری تعالیٰ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے حدیث قدسی سے واضح فرمایا:

ان الله تعالیٰ کتب الحسنات والسيئات

ثم بین ذلك، فمن هم بجنة فلم یعملها

کتبها الله عنده حسنة کامله۔

وان هم بها فعلها کتبها الله عشر

حسنت، الی سبعمانه ضعف، الی اضعاف

کثیره وان هم بیئہ فلم یعملها کتبها الله

حسنة کامله، وان هم بها فعلها کتبها الله

سنة واحدة (رواه البخاری و مسلم من عبد اللہ بن عباس)

یعنی اللہ تعالیٰ نے نیکیوں اور بدیوں کو لکھا اور

ہر ایک کو واضح کر دیا پھر جس کسی نے نیکی کا ارادہ کیا لیکن

اس نیکی پر عمل نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے نام اعمال

میں ایک نیکی لکھ دیتے ہیں۔ اور اگر نیکی کا ارادہ کر کے

وہ نیکی بھی کر گزرتے تو اسے ایک نیکی کے بدلے دس سے

بے کرسات سو گن بلکہ اس سے بھی گن زیادہ اجر عطا

ایسے اسباب فرمادیں گے کہ لوگوں پر واضح ہو جائے گا کہ اس کی اصل نیت کیا تھی۔

اور ریاضت کی ایک قسم ہے جس سے عمل مضاعف ہو جاتا ہے۔

عمود بن لبیدہ سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے بارے میں جس چیز سے سب سے زیادہ ڈرتا ہوں وہ شرکِ اصغر ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ شرکِ اصغر کیا ہوتا ہے؟

فرمایا: ریاء۔ جب قیامت کے روز لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ (دکھلائے گئے) کے لیے کام کرنے والوں کو (فرمائے گا) جن لوگوں کو تم دنیا میں دکھا کر کام کرتے تھے ان کے پاس جاؤ۔ فرادیکھو تو تمہیں ان کے ان سے کوئی بدلہ ملتا ہے!

اسلام انسان سے یہ توقع رکھتا ہے کہ اس کا ظہن اس کے ظاہر کی طرح ہو۔ اس کے رات کی سیاہی دن کی روشنی کی طرح ہو۔ جب ظاہر و باطن میں اختلاف ہو تو اس اور فعل میں مطابقت نہ رہے اور انسان خیر کی بجائے شر کو ترجیح دینے لگے تو سمجھ لو کہ یہ آدمی نفاق کی مرض میں مبتلا ہے۔ اب اس کے اندر حق کی علی الاطلاق حمایت کا حوصلہ ختم ہو گیا ہے۔ جرأت و حوصلہ جو ایک مومن صادق کا طرہ امتیاز ہے یہ اس سے کمیر محروم ہو جاتا ہے۔

امام بخاریؒ نے حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں روایت کی ہے کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ جب ہم بادشاہوں کے پاس جاتے ہیں تو ان سے ایسی باتیں کرتے ہیں جو ہم آپس میں نہیں کرتے۔

سنن کرمانی نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک ہم اسی رویے کو نفاق سمجھتے تھے۔

والذین یسکرون السنیات لہم عذاب شدید ومکر اولئک ہوسیور (فاطر-۱۱)  
ترجمہ: اور جو لوگ برائیوں کے داؤ میں بہانے کے لیے سخت مذابجے اور ان کا داؤ بے ڈنٹے کا۔

اور جو لوگ برائی کے مکر کرتے ہیں یہی اہل الایمان ہیں اور یہ منافقین کی صفت ہے جن کا مبداء و معاد پر ایمان نہیں اور نہ ہی وہ صالح عقیدہ پر یقین رکھتے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہے:

ان المنافقین یخادعون اللہ وھو خادعھم واذآقا مساوا الی الصلوۃ قاموا کسالی یرآون الناس ولا یدکرون اللہ الا قلیلا۔ (نساء-۱۳۲)

ترجمہ: اللہ منافقوں کو دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا اور جب نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو محض لوگوں کو دکھانے کے لیے بدلے سے کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت تمھوڑا۔

اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس دھوکہ دہی کا پردہ فاش کرے گا اور یہ چھپانا اس آدمی کے لیے باعثِ ذلت و رسوائی بنے گا اور دکھلائے گئے لیے دھوکا دینے والے کی جگہ ہنسائی ہوگی اور یہی اس کے دکھلائے کی کسرت ہوگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من سجع سجع اللہ ومن یرائی یرائی اللہ بہ۔  
جس نے دکھلائے کے لیے کام کیا اللہ تعالیٰ یہ کام اس کے لیے باعثِ رسوائی بنا دے گا اور جس نے کوئی نیک کام اس نیت سے کیا کہ لوگوں کو معلوم ہو تو وہ کسی کی عزت کریں تو اللہ تعالیٰ

اس کا کچھ اجر نہیں) پھر اس کو سب الحکم منہ کے بل دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔

پھر تم میرا شخص لایا جائے گا۔ اسے دُنیا میں لٹھ تھامنے کے لئے رزق کی وسعت عطا فرمائی ہوگی۔ ہر قسم کا مال و دولت اسے میرے تھا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یا دلاؤں میں گئے۔ وہ ان کا اعتراف بھی کرے گا۔ پھر سوال ہوگا

ان نعمتوں کے بدلے میں دُنیا میں ترے کیا کیا؟  
وہ جواب دے گا۔ میں نے تیری رضا کے لیے ہر نیک کام کیا اور ان کاموں میں مال خرچ کیا۔

ارشاد دہرگا۔ تو جھوٹا ہے۔ تو نے خرچ اس لیے کیا تھا کہ لوگ کہیں کہ فلاں بڑا سخی ہے۔ پس یہ کچھ کیا گیا (اب تیرے لیے ہمارے پاس کچھ نہیں) پھر اسے سب الحکم منہ کے بل دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔ (اماذا نالہ مننا)۔

حدیث مذکورہ سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ اگر لوگ تعریف کریں گے تو عمل اکارت جائے گا بکہ اگر کوئی کام نیک نیت اور اخلاص سے کیا جائے اور لوگوں کو اس کا علم ہوگا اور انہوں نے اس کی تعریف کی (اور اس تعریف پر اس کا اپنا مقصد نہیں تھا) تو اس کا عمل ضائع نہیں ہوگا) خواہ ان کی یہ تعریف اسے بھل ہی معلوم کیوں نہ ہو۔ ترمذی نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے۔

ایک شخص نے کہا۔ یا رسول اللہ! ایک شخص لوگوں سے چھپا کر کوئی عمل کرتا ہے لیکن لوگوں کو اس کی اطلاع ہو جاتی ہے۔ اب وہ شخص اس بات پر خوش ہوتا ہے۔ (تو کیا اس عمل کا اسے ثواب ملے گا؟)

آپ نے فرمایا۔ اسے دو ثواب ملیں گے۔ ایک تو چھپانے کا ثواب اور ایک ظاہر ہونے کا ثواب (باقی صفحہ پر)

بعض لوگ دکھلاوے کے لیے ایسے کام کرتے ہیں کہ لوگوں میں ان کا خوب چرچا ہوتا ہے لیکن ان کا کام چونکہ خلوص پر مبنی نہیں ہوتا اس لیے اس پر نیک اثر بھی مرتب نہیں ہوتا۔ امام مسلم نے حضرت امام ابوہریرہؓ کی حدیث نقل کی ہے۔ فرماتے ہیں

میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے روز سب سے پہلے جس شخص کا فیصلہ ہوگا وہ شہید ہوگا۔ اسے دربار خداوندی میں حاضر کیا جائے گا پھر اس سے سوال ہوگا:

تو نے دُنیا میں کیا کیا؟  
وہ جواب دے گا میں نے تیری راہ میں جہاد کیا اور شہید ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ تو نے جھوٹ بولا ہے۔ تو نے جنگ اس لیے لڑی کہ لوگ کہیں کہ فلاں بڑا بہادر تھا چنانچہ لوگوں نے تیری تعریف کر دی (اب ہمارے ہاں تیرے لیے کچھ نہیں) پھر اس کے متعلق فیصلہ صادر ہوگا اور وہ منہ کے بل دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر دوسرا شخص لایا جائے گا۔ اس نے علم سیکھا اور سکھایا ہوگا اور قرآن کا قاری ہوگا۔ اسے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یا دولائی جائیں گی۔ وہ ان سب کا اعتراف کرے گا۔ پھر سوال ہوگا کہ ان نعمتوں کے بدلے میں تو نے کیا کیا؟

وہ کہے گا۔ میں نے علم سیکھا اور سکھایا اور تیرے قرآن کی تلاوت کی۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ تو نے جھوٹ بولا ہے۔ تو نے تو اس لیے علم سیکھا کہ لوگ تجھے عالم کہیں۔ پس یہ کچھ کہا گیا اور تو نے قرآن اس لیے پڑھا کہ لوگ تجھے قاری کہیں اور یہ بھی کہا گیا (اب ہمارے پاس

دادا کا نام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور پردادا کا اسم مبارک حضرت ابراہیم علیہ السلام تھا۔ یہ خاندان ہی انبیاء کا خاندان تھا۔ اس خاندان میں حضرت دادا، حضرت سلیمان، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ (علیہم السلام) جیسے جلیل القدر نبی ہوئے ہیں۔ ان سب پر اللہ کا درود و سلام ہو۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے گرائی قدر والد حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب "اسرائیل" تھا۔ یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں عبد اللہ۔ یعنی اللہ کا بندہ ان کے اسی لقب کی نسبت سے ان کی اولاد کو "بنی اسرائیل" کہا جاتا ہے یعنی اولادِ یعقوب۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا زمانہ ۱۸۰۰ تا ۱۹۰۰ قبل مسیح متعین کیا گیا ہے۔ وطنِ جدون تھا۔ اس قبر کا دوسرا نام "الخلیل" ہے۔ کیوں نہ ہو "خلیل اللہ" کی اولاد کی نگری ہے۔ یہ بستی ارضِ مقدس کے مشہور شہر بیت المقدس کے قریب ہی واقع ہے۔ چار ہزار سال پرانی یہ بستی آج موجود ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام اپنی پیاری عادات، موہنی صورت اور عمر میں سب سے چھوٹے ہونے کے سبب سب کے منظور نظر تھے۔ خصوصاً حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے اس بچے سے بے پناہ محبت تھی۔ حضرت یوسف کے بھائی ان سے جلنے لگے۔ یون بھی بن یامین کے سوا ان کا کوئی حقیقی بھائی نہ تھا اور سوتیلے بہن بھائی اکثر رقابت کا شکار ہو جایا کرتے ہیں۔ پھر حضرت یوسف کے خواہوں نے جلتی آگ پر تیل کا کام کیا۔ انہوں نے ننھی عمر ہی میں کچھ خراب دیکھے جو ان کے روشن مستقبل کا پتہ لگے تھے۔ ان کی تعبیر سے سوتیلے بھائیوں کے دلوں میں حسد کی آگ اور بھڑکی۔

برادرانِ یوسف کی سازش: یوسف علیہ السلام



آدمی ہے چاہِ یوسف سے صدا  
دوست یاں تھوڑے ہیں اور بھائی بہت  
ارضِ مقدس (فلسطین) کا یہ کنواں "چاہِ یوسف"  
اور چاہِ کنعان "دونوںوں سے مشہور ہے۔ یہ تاریخی کنواں  
کبھی کا خشک ہو چکا ہے۔ توریت مقدس کا بیان ہے کہ  
جب ننھے یوسف کو کنوئیں میں گرایا گیا اس میں پانی نہ  
تھا لیکن اس کنوئیں کی عظمت اس کے پانی سے نہیں بلکہ حضرت  
یوسف علیہ السلام کے ساتھ ایک گونہ نسبت کے سبب  
سے ہے۔

چاہِ یوسف کے عملِ درتوق اور حالات و کیف  
کے مطالعہ سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حضرت  
یوسف علیہ السلام کے حالات کا مطالعہ کر لیا جائے۔  
چونکہ یہ کنواں انہی کی نسبت سے مشہور ہوا۔ ورنہ کنوئیں میں  
اور کوئی ایسی انفرادی خصوصیت نہیں جو اس کی شہرت کا  
بامقصد ہوتی۔

حضرت یوسف علیہ السلام  
نبی تھے۔ نبی کے بیٹے، نبی کے پوتے اور نبی کے پڑپوتے  
تھے۔ ان کے والد ماجد کا نام حضرت یعقوب علیہ السلام تھا

زبان میں کوزئیں کو "بئر" اور "جُب" کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں اس کوزئیں کے لیے لفظ "جُب" ہی آیا ہے اور اِسْتِمْسَ ہے: قَالَ قَائِلًا مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَالْقَوْهٗ فِي بِنَايَةِ الْعَبْتِ۔

ترجمہ: ان میں سے ایک کئے دلے نے کہا یوسف

کو قتل نہ کرو بلکہ اسے کوزئیں میں گرا دو۔

(سورہ یوسف ۱۰: ۱۲)

لفظ "جُب" کے دو معنی ہیں (۱) جڑ سے کاٹ دینا (۲) کزائ۔ یہاں یہ لفظ اپنے دوسرے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ دراصل جب "ایسے کوزئیں کو کہتے ہیں جس کی منڈیر امیٹوں وغیرہ سے باقاعدہ نہ بنائی گئی ہو اور اس کی گہرائی بہت زیادہ ہو۔ جس کوزئیں کی منڈیر اور دیواریں بول اسے عربی میں "بئر" کہتے ہیں۔ (مفردات القرآن۔ راغب)۔

اس کوزئیں کا محل وقوع جاننے کے لیے ذرا اس کے گرد و پیش پر نظر ڈال لیجئے۔ بیت المقدس فلسطین کا مرکزی شہر ہے۔ ارض مقدس کے اس شہر سے کوئی پچیس میل کے فاصلے پر دریائے اردن بہتا ہے۔ یہ دریا اس قدر اہم ہے کہ اس کی نسبت سے پورے ملک کا نام ہی مشرقی اردن پڑ گیا۔ یہی وہ دریا ہے جس پر حضرت مسیح علیہ السلام نے الصلباخ (پتھر) پھینکا۔

دریائے اردن کے کنارے طبرہ سے دمشق کو جاتے ہوئے تقریباً بارہ میل کے فاصلے پر چاہ یوسف کا مقام آتا ہے۔ طبرہ فلسطین کا ایک تاریخی شہر ہے اور دمشق ملک شام کا دار الحکومت ہے۔ طبرہ کے دوسری سمت فلسطین کی ایک دوسری قدیم ترین بستی نامہ داتع ہے اسے انگریزی میں NAZARATH "نزارات" کہتے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت

جیسے معصوم پیائے بھائی کے خلاف ان لوگوں نے ایک خوفناک سازش کی۔ سب مل کر باپ کے پاس گئے اور یوسف کو جنگل ساتھ لے جانے کی اجازت مانگی۔ کئے لگے ہم بھیرا بکریاں چرائیں گے، شکار کریں گے، یوسف ہمارے ساتھ رکھیں گے، خوب تعزیر ہے گی۔

حضرت یعقوب کی ڈور میں لگا میں گیا آنے والے حادثات کو دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے برادران یوسف کی درخواست قبول کرنے میں پس و پیش کیا لیکن بیٹوں کے مسلسل اصرار اور حفاظت کے پختہ وعدوں پر بالآخر راضی ہو گئے اور یوسف کو ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی۔

گھر سے نکل کر یہ لوگ دریائے اردن کے کنارے پہنچے۔ جنگل میں "دوتین" شہر کے قریب انہوں نے حضرت یوسف کے قتل کا منصوبہ بنانا چاہا۔ اردن کی سمت لٹکتی کی۔ اس نے مشورہ دیا کہ یوسف کے خون سے اپنے ہاتھ نہ رنگیں اور اس کا خون اپنے ذرتز لیں بلکہ کوزئیں میں دھکا دے دیں۔ ہو سکتا ہے کوئی راہ چلتا مسافر نکال کر یہاں سے ڈور لے جائے۔ اس طرح یہ کانٹا راستہ سے ہٹ جانے لگا اور اس کا خون بھی سر نہ چڑھے گا۔

اردن کی تجویز ان کی سمجھ میں آگئی۔ پہلے انہوں نے "بولقونی قبا" یوسف کے جسم سے زبردستی اتاری پھر کوزئیں میں دھکا دے دیا۔ یہ قبا حضرت یعقوب نے خاص طور پر ان کے لیے تیار کروائی تھی۔ یوسف کوزئیں میں گرا کر وہ اپنی جگہ بالکل مطمئن ہو گئے۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ وہ آج جسے اپنی راہ کا کانٹا سمجھ رہے ہیں کل وہی ان کا مس بگ اور پورے خاندان کو فقر و فاقہ سے نجات دلانے والا۔

چاہ یوسف کی تحقیق | قرآن مجید میں اس کوزئیں کا ذکر موجود ہے۔ عربی

ہوئی تھی۔ اسی نسبت سے انہیں مسیح نامہری" کہتے ہیں اور ان کے ماننے والے میمان اور سیمی کے علاوہ نصرانی" اور نصرانی" بھی کہلاتے ہیں۔

یہ کوزاں آبادی سے دور جنگل بیابان میں تھا جیسا کہ بائبل کے اس بیان سے واضح ہے:

"اور ان سے کہا۔ خوزنیزی زکوہ لیکن اسے کوزئیں میں ڈال دو جو بیابان میں ہے۔"

(کتاب پیدائش ۳۷: ۱۹: ۲۰)

اسی کتاب پیدائش کے باب ۲۷ کی آیت ۲۲ کا بیان ہے۔ "اے یکوہ کوزئیں میں ڈال دیا۔ وہ کوزاں ٹوکھا تھا۔ اس میں پانی کی برند نہ تھی۔"

ہمارے اکثر مفسرین کرام نے اس بیان سے اختلاف کیا ہے۔

چاہہ یوسف کا تذکرہ مشہور سیاح ابن بطوطہ نے بھی کیا ہے۔ ابن بطوطہ نے اپنی سیاحت کے دوران اس کوزئیں کی زبیرت کی تھی۔ ابن بطوطہ کے بیان کے مطابق یہ کوزاں ایک رگبزر پر تھا اور اگلے دقتوں میں کوزئیں عام طور پر راستوں پر ہی بنائے جلتے تھے تاکہ مسافروں کو پانی کی سہولت ہے۔ چنانچہ قافلے عام طور پر کاروان لڑائی کے علاوہ کوزوں پر ہی پڑاؤ ڈالتے تھے۔

مشہور مفسر امام سنسلی نے اپنی کتاب "مارکال تنزیل" میں لکھا ہے کہ یہ کوزاں حضرت یعقوب کے گھر سے تین فرسخ یعنی تقریباً بارہ میل کے فاصلہ پر تھا اور اس دقت کوزئیں میں پانی موجود تھا۔ چنانچہ بھائیوں نے جب حضرت یوسف کو کوزئیں میں گرایا تو انہوں نے مینڈھ پر پناہ لی اور کوزئیں میں سید سے کھڑے ہو گئے۔

حضرت یوسف کوزئیں میں جب بھائی یوسف کو جنگل ساتھ لے

کر چلے تھے انہوں نے باپ سے حفاظت کا وعدہ کیا تھا اور بڑی بڑی قسمیں کھائی تھیں۔ لیکن نیت بد تھی اور ان کے مطلق کی حیثیت ایک فریب سے زیادہ کچھ نہ تھی۔

وہ حضرت یوسف کو کھیل کود اور شکار کے بہانے "دو تین" کے جنگل میں لے آئے۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں انہوں نے یہاں بیچ کر قتل کر ڈالنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ خدا بھلا کرے رجب کا کہ اس نے انہیں اس ارادہ سے ڈکا۔ اس کے سمجھانے پر انہوں نے کوزئیں میں گرا دینے کا فیصلہ کیا۔ جیسا کہ ہم ابتداء میں کر چکے ہیں پلے انہوں نے حضرت یوسف کی برقعوںی تبا تباری پھر اس سے بازو کھڑک کوزئیں میں دھکا دے دیا۔

حضرت یوسف کی عمر کا یہ ابتدائی حصہ تھا۔ بائبل کی روایت کے مطابق اس دقت ان کا سن سترہ برس کا تھا (ملاحظہ ہو "قداة مقدس" کتاب پیدائش باب ۳۷: ۲۰) معلوم نہیں معصوم اور بے گناہ یوسف کے دل پر اس دقت کی گزری ہوگی؟ اور ان کے من میں کیا کیا خیال آئے ہوں گے؟ میں اس ماری اور عمر کے عالم میں اللہ پاک نے انہیں تسلی دی جیسا کہ قرآن مجید کا ارشاد ہے:

"ہم نے یوسف کے دل میں یہ بات ڈالی کہ ہم ان بھائیوں کو یہ بات نہ بتلائیں گے اس دقت ان کو پتہ بھی نہ ہوگا" (سورہ یوسف : ۱۵)

حضرت یوسف چاہہ یوسف پر قافلہ کا گزر دالاقافلہ کن لوگوں کا تھا؟ یہ مسافر کہاں سے آرہے تھے؟ اور کہہ جاہے تھے؟ یہ تمام سوال جواب طلب ہیں۔ ہو سکتا ہے اس دقت قافلہ کی آمد کو محض حسن اتفاق سمجھا جائے۔ نہیں، یہ اللہ کی مشیت تھی۔ قافلہ کو یہاں پہنچا کر یوسف بنی کو پہچانا مقصد تھا اور آگے چل کر ان

پکارا گئے۔ یَبْشُرِي هَذَا غُلَامًا كَرِيمًا۔ اے۔ دادواہا! یہ  
 تو ایک لڑکا نکل آیا۔ (سورہ یوسف ۱۲: ۱۹)

تافلے دئے تھے  
 حضرت یوسفؑ کو نہیں سے باہر  
 یوسفؑ کو یہاں سے

مصر لے گئے اور نہ انکی قیمت وصول کرنی۔ ان کا خوش قسمت  
 خریدار مصر کا بادشاہ حاکم تھا۔ اسے فرعون کے دربار میں  
 بڑا مقام حاصل تھا قرآن مجید میں اسے عزیز مصر کے لقب  
 سے یاد کیا گیا ہے اور توراہ مقدس میں اس کا نام فوطینار  
 بیان ہوا ہے۔ لکھا ہے:

”مدیا نین نے اسے مصر میں فوطینار کے لقب  
 فروخت کر دیا۔ وہ فرعون کا ایک امیر اور لشکر  
 کمانڈر تھا۔“ (کتاب پیدائش ۴۷: ۳۹)

یوسفؑ کا خریدار عزیز مصر لاد لہ تھا۔ میاں بیوی دونوں  
 کو بچہ کی بے حد خواہش تھی گر ان کا یہ ارمان پورا نہیں ہو رہا  
 تھا۔ اس حسین و جمیل بچے سے ان کے گھر میں بہارا گئی۔  
 عزیز مصر (فوطینار) کی بیوی کا نام نہ قرآن مجید میں  
 مذکور ہے نہ توراہ میں۔ البتہ اسرائیلی روایات میں وہ  
 زینبا کے نام سے مشہور ہے۔ یوسفؑ اس کے گھر میں  
 پٹے بڑھے اور جوان ہوئے۔ زینبا کو ان سے محبت ہو  
 گئی۔ اس نے انہیں اپنے دامِ محبت میں پھنسانا چاہا  
 مگر وہ اس کے دامِ تزییر میں نہ آئے جب اس نے  
 دیکھا کہ اس کی کوئی بات انہیں اس طرف مائل نہیں کرتی تو  
 اس نے کمرے کے دروازے بند کر دیے مگر پاکباز یوسفؑ  
 پر اس کا یہ آخری داؤ بھی کارگر نہ ہوا۔ اللہ کریم نے  
 ان کی حفاظت کی اور صاف بچالیا۔

کنوئیں سے جیل کی کوٹھڑی تک | حضرت

کنوئیں سے مزدور نکل آئے تھے گرتے و بند کی مزید تحقیقات

کے ذریعے کئی قوموں کی تقدیر بدلنی تھی۔ اللہ تعالیٰ جب  
 چاہتے ہیں اپنی قدرتِ کاملہ سے لیے ”حسن اتفاق“  
 ظاہر کر دیا کرتے ہیں۔ اللہ کی رحمت سے انسان کو کس  
 حال میں ایوس نہیں ہرنا چاہیے۔

اس سلسلہ میں اہل کا بیان ہے کہ جب بھائیوں  
 نے ایک تافلہ اس طرف آتے دیکھا تو یوسفؑ کو فروخت  
 کرنے کی سازش کی اور آپس میں یوں کہنے لگے:

اؤ اے اسمعیلیوں کے ہاتھ بیچ ڈالیں کہ ہمارا ہاتھ  
 اس پر نہ اٹھے۔ کیونکہ وہ ہمارا بھائی اور خون ہے (سبحانہ  
 کس برادر از شفقت کا مظاہرہ ہے) اس کے بھائیوں نے  
 اس کی بات زبانی۔ مدیانی سوداگر ادھر سے گزرے تب  
 انہوں نے یوسفؑ کو گڑھے سے کھینچ کر باہر نکالا اور اسے  
 اسمعیلیوں کے ہاتھوں میں روپیہ میں فروخت کر ڈالا اور وہ  
 تافلے دئے یوسفؑ کو مصر لے گئے۔ جب روہن گڑھے پر  
 آیا تو اس نے دیکھا کہ یوسفؑ گڑھے میں نہیں ہے تو اس  
 نے اپنا پیر بن چاک کر ڈالا۔ (کتاب پیدائش ۳۷: ۲۹ تا ۳۵)  
 بائبل کے مندرج بالا حوالے میں جن لوگوں کو ”مدیانی  
 سوداگر“ کہا گیا ہے ان سے مجاز (عرب) کے اسمعیلی  
 عرب مراد ہو سکتے ہیں کیونکہ عبرانی زبان میں اسمعیلیوں کو  
 ”مدیانی“ کہتے تھے۔ بعض اصحاب ”مدیانی“ کو ”دین“ سے  
 منسوب کرتے ہیں یعنی وہ علاقہ جو سعیر سے بحر احمر تک  
 اور شام سے یمن تک پھیلا ہوا ہے۔ مدین کا علاقہ حجاز  
 کہلاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو ارض القرآن ج ۲ ص ۴۷ تا ۴۹)  
 مختصر یہ کہ عرب تاجروں کا ایک تافلہ یمن کے  
 دار الخلافہ صفا شہر سے مصر جا رہا تھا۔ تافلہ کے اڈوں  
 پر گرم مصالح اور مسان وغیرہ لدا ہوا تھا۔ تافلہ والوں کی

انہ جب خورد اور خوش اطوار یوسفؑ پر پڑی تو ان کی  
 خوشی کی انتہا نہ رہی۔ کلام پاک میں آتا ہے کہ وہ بے ساختہ

ہر چکے تھے۔ لوگ ناقول کے باعث بھوکے رہے تھے بھرکی  
غلام سب کی امیدوں کا سہارا تھا۔ یوسف کو کمزور میں  
ڈالنے والے "برادران یوسف" بھی اس نلہ کی شہرت سن  
کر غلہ حاصل کرنے کے لیے چل پڑے۔

آج ان کا بھائی (جسے اپنے خیال میں) وہ ختم کر چکے تھے  
خز ان کا مالک تھا اور نادانستہ اس کے سامنے سوالی بن کر  
آئے تھے۔ اپنی تمام تر ذہانت کے باوجود وہ حضرت  
یوسف کو نہ پہچان سکے۔ حضرت یوسف نے انہیں پہچان  
لیا مگر حقیقی بھائی کو درمیان میں نہ پایا۔ یوسف نے اپنے  
دشمن جان بھائیوں کو خوب خوب غلہ دیا اور ہدایت کی اگر  
کئی اور بھائی گھر سے آئندہ اسے بھی ساتھ لانا اور زراعت  
غلہ لے گا۔

یہ لوگ گھروٹے، باپ کو سارا ماجرا سنایا۔ جو فرارشا  
ہوتی تھیں انہیں بڑھ چڑھ کر بیان کیا اور چھوٹے بھائی  
بن یا مین کو ساتھ بھیجنے کی درخواست کی۔ اس کی سخت  
کے پندرہ دھڑے کیے۔ حضرت یعقوب ان پر اعتبار کرنے کو تیار  
نہ تھے چونکہ بن یا مین کے بھائی یوسف کے بارہ میں بھی  
یہ لوگ ایسے ہی وعدے کر چکے تھے اور پھر کمزور میں گرا  
کر بسا نہ بنایا تھا کہ "بھڑیا کھائیا"، لیکن قحط کے حالات نے  
اور کچھ ان کے امرا نے مجبور کر دیا اور حضرت یعقوب نے اجازت  
دے دی اس طرح سب گیارہ کے گیارہ بھائی مصر کو چل دیے۔  
حضرت یوسف نے پہلے سے زیادہ نوازشات کیوں درخیز  
غلہ دیا کہ لازماً کو ہدایت کر دی کہ بن یا مین کے ہوسے میں  
چھلکے سے نئے کا پیمانہ چھپا دیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

جب یہ لوگ چلنے لگے تو منادی ہوئی کہ سرکاری پیمانہ کم  
ہو گیا ہے۔ جس کسی کے پاس پیمانہ ہو وہ واپس کرے۔ ان سب  
نے لاطمی کا اظہار کیا اور کہا کہ کم چور نہیں ہیں کہ ایسا کرتے اور اگر  
ہم میں سے کسی سے پیمانہ برآمد ہو تو اسے (باقی ص ۲۹ پر)

ابھی ان کے مقدر میں کبھی تھیں۔ ان کی پریشانیوں اور آزمائشوں  
کا دور ابھی باقی تھا۔ چنانچہ جب زلیخا اپنی کسی تدبیر کے  
ذریعے انہیں گناہ سے متاثر نہ کر سکی تو اس نے انہیں ان  
پر دست درازی کا الزام لگا دیا اور دھاندلی سے حضرت  
یوسف کو جیل میں ڈال دیا۔

حضرت یوسف پورے صبر و شکر کے ساتھ ایامِ ابریا  
بہر کرتے رہے۔ سان کی پڑا تر شخصیت سے قید کی بھی تاثیر  
ہوئے بغیر رہ سکے۔ وہ ان سے خوابوں کی تعبیریں پوچھتے  
اور حق و صداقت کا پیغام سنتے۔ اسی دوران بادشاہ نے  
ایک عجیب و غریب خواب دیکھا۔ کوئی درباری اس کی تعبیر  
نہ بتا سکا۔ جیل کے آراشدہ ایک قیدی کو حضرت  
یوسف یاد آگئی۔ وہ ان کی بتلائی ہوئی کہنی ہی تعبیروں  
کی صداقت آرنایا چکا تھا۔ اس شخص نے بادشاہ کو یوسف  
کا پتہ دیا۔

شاہی فرمان جاری ہوا کہ یوسف کو رہا کر کے شاہی  
دربار میں بلایا جائے مگر انہوں نے جیل سے باہر آنے سے  
انکار کر دیا۔ فرمایا جب تک الزام سے بریت کا اعلان نہ ہو  
رہائی کا کیا مطلب؟ لیکن الزام کی بنیاد ہی کیا تھی جس کی گتھیں  
کی جاتی۔ وہ بعض دھاندلی تھی یا زیادہ سے زیادہ ملک  
کی "خاتون اول کی عزت کو بچانے اور اس کی بات کو بالا  
رکھنے کی تدبیر تھی۔ بہر صورت حضرت یوسف کی پاکدامنی اور  
پاکبازی کا اعلان کر دیا گیا اور وہ باعزت جیل سے باہر آ گئے۔  
اب یوسف دربار کے ایک رکن کہیں تھے۔ شاہی خزانے  
کی کنبیاں ان کی تحویل میں تھیں اور پرے ملک کی معاشی  
پالیسی ان کے ہاتھ میں تھی۔ ملک میں قحط پڑا تو غلہ کی فروخت  
اور تقسیم بھی انہی کے سپرد ہوئی۔

کنعان میں قحط سے  
حالات بہت خراب  
کنوئیں میں ڈالنے والے

پروفیسر حافظ محمد شریف  
گورنمنٹ ڈگری کالج گوجرانوالہ

فائدہ بہیر ص ۱۵)

یہ شہر تاریخ اسلام میں عرصہ دراز تک بڑا مردم خیز رہا ہے۔ متعدد نامور فقہار، طبیب، وزراء وغیرہ یہاں پیدا ہوئے۔ آج کل یہ شہر ایرانی روسی سرحد پر دونوں ملکوں میں آدھا آدھا بنا ہوا ہے۔ دریائے ہری رود اس کے بیچ میں سے گزرتا ہے۔

### فقہ حنفی کے مستند شراح



(بحوالہ نذر عرش مقالہ ڈاکٹر حمید اللہ ص ۱۲)

### تعلیم و تربیت

دس سال کی عمر میں باپ تھے بغداد آئے۔ اس کے بعد شمس الامم عبد العزیز بن احمد بن لفر بن صالح الحلوانی البخاری کی خدمت میں بخارا حاضر ہوئے۔ حلوانی کے متعلق جمال عبدالناصر فرماتے ہیں،

ابوبکر محمد بن ابی سہل احمد بن احمد بن نام ابی سہل جیسا کہ بعض مغربی مصنفین کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ چنانچہ براکھان اور سفینک اسی زمرے میں آتے ہیں۔

ہو فقیہ الحنفیۃ کان امام اہل الراء فی وقتہ ببخارا۔ صنف شرح المبسوط، نوادر فی الفروع والفتاویٰ، ادب القاضی لابن یوسف دشن بخاری ۴۴۸ ج

مقدمین سوانح نگار آپ کی ولادت تاریخ ولادت بیان نہیں کرتے البتہ شاہین میں فقیر محمد جملی اور مولانا عبدالحی لکھنوی نے صراحت کی ہے کہ آپ ۴۰۰ھ کے دوران سرخس میں پیدا ہوئے۔ سرخس کے باپے میں نواب صدیق حسن خاں فرماتے ہیں:

### ولادت

ترجمہ: وہ اخات کے فقیر تھے اور اپنے وقت میں بخارا میں اہل رائے کے امام تھے۔ (ذرع الحنفیۃ ص ۲۵۳)

”و بعتین دسکون خار معہم للبلد از خراسان است“ اور مولانا عبدالحی فرماتے ہیں:

حلوانی بخارا میں درس دیتے تھے۔ سرخسی عہد وراز تک ان کے درس میں حاضر ہوئے۔ سرخسی نے اپنی شیخ ”السیر الکبیر“ کے شروع میں صراحت کی ہے کہ میں نے حلوانی کے علاوہ شیخ الاسلام ابوالحسن علی بن محمد بن حسین بن محمد القدی موتی ۴۶۱ھ سے بھی کتاب مذکور کا درس لیا۔ نیز ان کے تیس استادوں میں ابو جعفر بن منصور البرار بھی ہیں لیکن ان سے سرخسی نے ”السیر الکبیر“ کا درس ان کے اس کی شرح لکھنے سے قبل لیا۔ علامہ سرخسی

”السرخسی نسبة الی السرخس بفتح السین وفتح الراء و سکون الخاء بلدة قدیمة من بلاد خراسان وهو اسمرجل سکن هذا الموضع وعمره وامن بناء ذوالقرنین“

من عبد اللہ بن سعوط عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن  
امین الوحی جبریل عن المحکم العدل جلالہ تعالیٰ ولہ  
اسادہ۔ (شامی ص ۱ ج ۱)

موضعین نکلتے ہیں کہ جب آپ کو  
کرامات | ظالم نے قید کر کے اوز جنک طرف  
بھیجا تو راستہ میں جب نماز کا وقت آتا تو آپ کے  
ہاتھ پاؤں سے خود بخود بند کھل جاتے۔

آپ دعویٰ تمیم کر کے پہلے اذان پھر تکبیر کر کے نماز  
شروع کر دیتے۔ اس وقت پہرے دار سپاہی دیکھتے  
کہ ایک جماعت سبز پوشوں کی آپ کے پیچھے کھڑی ہو  
کر نماز ادا کر رہی ہے

جب آپ نماز سے فارغ ہوتے تو سپاہیوں کو  
کہتے "اؤ تم مجھے باندھ لو۔ سپاہی کہتے خواجه ہم نے  
تمہاری کرامت دیکھ لی ہے۔ اب ہم تم سے ایسا معاملہ  
نہیں کرتے۔ اس پر خواجہ جواب دیتے کہ میں حکم خدا  
کا ماور ہوں، پس میں اس کا حکم بجالایا تاکہ قیامت  
کو شرمندہ نہ ہوں اور تم اس ظالم کے تابعدار ہو۔  
پس چاہیے کہ تم اس کا حکم بجالادو تاکہ اس کے ظلم سے  
خلاصی پاؤ۔

(۲) جب آپ شہر اوز جند پہنچے تو ایک مسجد میں فوجی  
نے تکبیر کہی۔ آپ نماز پڑھنے مسجد میں داخل ہوئے  
امام نے آستین کے اندر ہی ہاتھ رکھ کر تکبیر پڑھی  
آپ نے کھپلی صف سے آواز دی کہ پھر تکبیر کہنی چاہیے  
امام نے پھر اسی طرح آستین میں ہاتھ رکھ کر تکبیر کہی۔  
پس اس طرح تین دفعہ درود پڑھا۔ چوتھی دفعہ امام  
نے سز پھیر کر کہا۔ شاید آپ امام اجل سرخسی ہیں۔ آپ  
نے کہا۔ ہاں۔ امام نے کہا کہ تکبیر میں کچھ خلل ہے؟ آپ  
نے کہا کہ نہیں، لیکن مردوں کے لیے ہاتھ آستین سے

شمس الاثر الحلوانی کے مشہور ترین و ممتاز ترین شاگرد  
ہوئے۔ آپ نہ صرف استاد کے درس گاہ ہی میں  
جاننشین ہوئے بلکہ ان کے لقب "شمس الاثر" کے بھی  
زبانِ خلق سے وارث قرار پائے

## فقہی مقام و مرتبہ

فقہاء کے سات طبقات ہیں:

- (۱) مجتہدین فی الاصول (۲) مجتہدین فی الذہب
- (۳) مجتہدین فی المسائل (۴) اصحاب تخریج
- (۵) اصحاب ترجیح (۶) تمیزین بین الاقوی
- والقوی والاضعف والضعیف
- (۷) مستدلین محض

کمال پاشازادہ نے سرخسیؒ کو طبقہ "ثالث" یعنی  
مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا ہے جیسے ابو بکر خصاصہؒ،  
لمحادیؒ، ابو الحسن الکوفیؒ، شمس الاثر الحلوانیؒ، فخر الاسلام  
بزدویؒ، فخر الدین قاضی خاں صاحب ذخیرہ و مسیط  
شیخ طاہر احمد مستف خلاصۃ الفوائد یہ سب حنفی ہیں  
جو امام کی مخالفت نہ اصول میں کرتے ہیں اور نہ فروع  
میں بلکہ امام کے قواعد سے ان مسائل کا استنباط کرتے  
ہیں جن میں امام سے کوئی روایت نہیں ہے۔

فناوی شامیؒ میں علامہ سرخسیؒ کی سند  
سند | یوں درج ہے۔ شمس الاثر سرخسی عن  
شمس الاثر الحلوانی عن القانی ابی علی النسفی عن ابی  
بکر محمد بن الفضل البناری عن ابی عبد اللہ المرزوبی عن  
ابی حفص عبد اللہ بن احمد بن ابی حفص الصغیر عن  
والدہ ابی حفص الکبیر عن الامام محمد بن حسن الشیبانی  
عن امام الاثر سراج الامۃ ابی حنیفہ النعمان بن ثابت  
الکوفی عن حماد بن سیمان عن ابراہیم النعمنی عن علقمہ

باز نکال کر تکبیر گناہ سنت ہے۔ پس محمد کو اس کے ساتھ  
اقتدا کرنے سے عار ہے جو عورتوں کی سنت کے ساتھ  
غلاموں میں داخل ہو۔

علاء سرخسی کے تلامذہ میں مشہور بزرگوں  
تلامذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

- ① علی بن حسین سفدی
- ② رکن الاسلام مؤلف مختصر سعوی
- ③ ابراہیم سفدی مؤلف درادی شرح سیر الکبیر۔  
سند سمرقند کے نواح میں ہے۔
- ④ مسعود بن حسین
- ⑤ عبد الملک بن ابراہیم مؤلف طبقات حنفیہ و شافعیہ
- ⑥ محمود بن عبدالعزیز اور حسنی
- ⑦ رکن الدین خطیب
- ⑧ مسعود بن حسین کتابی
- ⑨ محمد بن محمد بن محمد رضی الدین سرخسی مصنف نسیط
- ⑩ عثمان بن علی بن محمد بن محمد بن علی ۴۴۵ھ تا ۵۵۲ھ
- ⑪ حیرة الغفقاء عبد الغفور بن نعمان کردی
- ⑫ خبیر الدین حسن بن علی مرینیانی
- ⑬ ابو عمر عثمان بن علی بکندی
- ⑭ برہان الدین عبدالعزیز بن عمر بن بازہ

علاء سرخسی کی جو کتب چھپ  
چکی ہیں ان میں سے "المبسوط"

### تصانیف

- (۱) شرح السیر الکبیر (۳۱) کچھ حصہ شرح السیر الصغیر
- (۲) اصول فقہ للسرخسی (۵) شرح الزيادات
- اور جو کتب مغلطوں کی شکل میں محفوظ ہیں۔ ان میں سے
- (۱) اشراف الساعۃ فی مقامات القیامہ
- (۲) شرح البجامع الکبیر
- (۳) شرح البجامع الصغیر اور کچھ ناپید ہیں مثلاً
- (۴) شرح مختصر الطحاوی
- (۵) شرح نکتہ زیادات الزيادات۔

(۳) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ طالب علم آپ سے اس  
کنوٹ میں پر جس میں آپ قید تھے سہلی پڑھ رہے تھے۔  
ایک طالب علم کی آواز آپ نے زسنی۔ پوچھا کہ وہ کہاں  
گیا ہے۔ ایک نے کہا کہ وہ وضو کرنے گیا ہے اور میں  
بسبب سردی وضو نہیں کر سکا۔ آپ نے فرمایا عافاک  
اللہ تجھے شرم نہیں آتی کہ اس قدر سردی میں تو وضو  
نہیں کر سکتا۔ حالانکہ محمد کو تو طالب علم کے وقت بخارا  
میں ایک دفعہ عارضہ شکم لاحق ہوا تھا جس سے مجھے  
بہت دفعہ قضائے حاجت ہوئی۔ پس ہر دفعہ ناکہ  
وضو کرتا تھا۔ جب مکان پر آتا تھا ترمیری درات  
بسبب سردی کے جھی ہوئی تھی۔ پس میں اس کو اپنے  
سینہ پر رکھ لیتا جب وہ سینہ کی گرمی سے حل ہوجاتی  
تو اس سے تعلیقات لگتا تھا۔ (حدائق المنغیہ ص ۳۵)

دورِ تعلیم میں آپ  
تعلیمی رفتار کے رفقا یہ تھے:

- (۱) شمس الامم ابو بکر زنجریؒ
- (۲) محمد بن علی زنجسریؒ
- (۳) ابو بکر محمد بن حسینؒ
- (۴) فخر الاسلام علی بن محمد بن حسین بزدویؒ
- (۵) صدر الاسلامؒ
- (۶) ابو الیسر محمد بن محمد بزدویؒ کے بھائی
- (۷) تاضی جمال الدینؒ
- (۸) ابو نصر احمد بن عبدالرحمان
- (۹) علی بن عبداللہ النخعیسی

کشف الظنون میں ایک کتاب "الفوائد" کو بھی ہر کسی کی تالیف بتایا گیا ہے۔ "المبسوط" کا تعارف انشاء اللہ العزیز ایک مستقل مقالہ کی صورت میں الگ تحریر کیا جا رہا ہے۔ اس مضمون میں دیگر کتابوں کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

اس کتاب کے متعلق ابن شرح السیر الکبیر | قلوبنا لکھتے ہیں: "ان کی ایک کتاب شرح السیر الکبیر دو ضخیم جلدوں میں ہے۔ یہ کتاب انہوں نے اپنے شاگردوں کو اس وقت املا کرانا شروع کی جب وہ کوزی میں قید کاٹ رہے تھے۔ یہ المشروط تک پہنچے تو رہائی ہو گئی اور امام سرخسی آخری عمر میں فرغانہ چلے گئے جہاں کے حکمران امیر حسن نے انہیں مقام دمترہ سے نوازا۔ پھر طلباء آپ تک وہاں پہنچے اور باقی ماندہ کتاب انہوں نے فرغانہ میں املا کرائی۔" (بجوال کتاب التراجم ص ۵۳)

یہ دراصل امام محمد کی السیر الکبیر کی جو قانون میں الممالک کی ایک اہم کتاب ہے جس کا یوٹیسکو کی جانب سے ترجمہ بھی ہو رہا ہے شرح ہے جو امام سرخسی نے قید کے آخری دور میں املا کرائی شروع کی۔ اسے دائرہ المعارف حیدرآباد نے ۱۴۰۸ مضمون کی چار ضخیم جلدوں میں شائع کیا ہے اور اب ایک نیا ایڈیشن مصر میں بھی چھپ رہا ہے۔

اس کتاب میں مصنف نے امام محمد کے اصول و اساسات کے پیش نظر فقہی مسائل بیان فرمائے ہیں۔ اس کتاب میں جہاد و قتال اور صلح و جنگ کے طریقے فیر سلم اقوام سے تعلقات اور تجارت وغیرہ پر بحث کی ہے۔ اسلام کے بین الاقوامی زاویہ نگاہ کو معلوم کرنے کے لیے یہ کتاب بڑی ضروری ہے۔

یہ جامع الصغیر فی الفروع | شرح السیر الصغیر | محمد بن حسن اشیبالی المنفی | المتوفی ۱۸۹ء کہ شرح ہے جس میں ۱۵۳۲ مسائل ہیں۔ ۱۶۰ اخلاقی مسائل، ۲ مسائل میں تیاس و استمان کا ذکر ہے۔ اس کتاب کے متعلق لکھا گیا ہے

لا یصلح المرء للفتوی ولا للقتضار الا اذا علم مسائلہ، کوئی شخص فتویٰ اور قضا کی صلاحیت نہیں رکھتا جب تک اس کتاب کے مسائل کا علم حاصل نہ کرے۔

اس شرح کی بندہ کو تلاش تھی۔ الحمد للہ استاد محترم حضرت مولانا عبدالحمید سواتی مدظلہ العالی نے نشان دہی فرمادی ہے کہ کنڈیاں شریف کے کتب خانہ میں اس کا نسخہ موجود ہے۔ یہ کتاب بھی امام سرخسی نے قید کے دوران املا کرائی۔

یہ کتاب چھپی ہوئی ہے اور بعض مذاہب اصول فقہ | عربیہ میں داخل نصاب بھی ہے۔ یہ کتاب بھی آپ نے اسی قید خانہ میں اس لیے املا کرائی تھی تاکہ امام محمد کی کتابوں کی شرح میں جو باتیں بیان کی گئی تھیں ان کے اصول اور اساسات معلوم ہو جائیں۔ یہ کتاب دو جلدوں میں حیدرآباد نے شائع کی ہے۔

صفحة اشراط الساعة ومقامات القيامة | ایک نماز میں ان کے استاد مولانا نے اس کتاب

سرخسی کی کتاب المشروط تک جو چوتھی جلد کے ص ۳۷۸ سے شروع ہوتا ہے یعنی ۱۲۸۰ صفحات کے اتمام تک پہنچے تھے کہ بالآخر انہیں رہائی ملی۔ باقی املا کے ۳۷۸ صفحات انہوں نے مرنفیاں پہنچ کر دس دن میں مکمل کر لئے۔

پدریں کا سلسلہ شروع کیا۔ علامہ سرخسی نے اس اٹلا کو تلبیذ کیا۔ بخش قسمی سے یہ کتاب محفوظ رہ گئی ہے۔ بقول جناب ڈاکٹر حیدر اللہ اس کا واحد نسخہ پیرس کے ٹیولوز کتب خانہ میں عربی مکتبہ ۲۸ مجروردی ۲۲۲ ب ۲۶۵ ب ۲۱ سطروں والی بڑی تصحیح پر موجود ہے۔ اس کی تہذیب کا ایک فقرہ ڈاکٹر حیدر اللہ نے یوں نقل کیا ہے کہ

سئل الإمام شمس الانامہ الملوانی عن مقامات القيامة وقيام الساعة هل ورد فيها حديث صحيح؟ قال ورد... وهذا الحديث الواحد اسلم الاحاديث في ذلك وهو ما حدثني الفقيه ابوبكر محمد بن علي سنة خمس واربعمائة....

(ترجمہ) امام علوانی سے سوال کیا گیا کہ قیامت کی علامات کے بارے میں کیا کوئی صحیح حدیث وارد ہوئی ہے؟ فرمایا ہاں اور یہ ایک حدیث اس بارے میں تمام احادیث سے زیادہ سلیم ہے اور یہ وہ روایت ہے جو مجھ سے امام ابوبکر محمد بن علی نے ۴۰۵ھ میں بیان کی۔

تاریخ سے یہ دقیق اعتبار سرخسی نے اپنے استاد سے لیکھا جسے انہوں نے خود بھی جاری رکھا

شرح الجامع البکیر | اس کا ایک حصہ مصر میں مخطوط کی شکل

میں موجود ہے۔

ان کے علاوہ سرخسی نے امام محمد کی کتاب زیارات اور زیارات الزیارات کی شرحیں بھی اسی قید خانہ میں طبع کرائیں۔ ان میں سے زیارات الزیارات شایعہ المغاند حیدرآباد کی طرف سے چھپی ہے۔ علامہ سرخسی نے ۴۹۰ھ کے بیان فرمائے اور قید میں طبع کرائے ہیں۔ پہلا

جملہ اس کا ہے: الحمد لولی الحمد ومستحقہ:

شرح مختصر الطحاوی | اس کتاب کا تفصیلی ذکر کہیں نہیں مل سکا۔ یہ

نایاب کتاب ہے۔ البتہ سراج نگاروں نے اس کا ذرا پتی کتابوں میں کیا ہے۔ چنانچہ حاجی خلیفہ فرماتے ہیں:

"شرح مختصر الطحاوی فی خمسة اجزاء

(کشف الظنون ص ۳۲۵)

ابن تطلوعاً نے بھی ایک جگہ ذکر کیا ہے کہ میں نے اس کتاب کا ایک حصہ دیکھا ہے۔ (تاج التراجم ص ۵۲) ان کتب کے علاوہ علامہ کی شرح النفقات مضاف شرح ادب القاضی مضاف شرح ادب القاضی مضاف کا ذکر مولانا ابوالوفا افغانی نے کیا ہے۔

بہت مختلف ابواب کی شکل میں بھی تحریری مواد کا ثبوت ملتا ہے جیسے کتاب السرة۔ کتاب الکلب گروہ مبسوط ہی کا حصہ معلوم ہوتی ہیں۔ علامہ کی ان تمام کتب کی ایک مشترکہ خصوصیت یہ ہے کہ عموماً سرخسی جب کبھی امام محمد کی کسی ذاتی رائے کی توجیہ کرتے ہیں تو فقہ کے اصول کلیہ سے استدلال کرتے ہیں۔

چنانچہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں سرخسی سے متعلق مقالہ نگار بیضنگ کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ سرخسی اپنی اس کوشش کے باعث ممتاز ہیں کہ وہ قانون کے عام اساسات و اصول کلیہ کو نمایاں کرتے ہیں۔

آپ بڑے حق گو تھے۔ قید و بند کی صعوبتیں | آپ نے بادشاہ کے

سامنے کلمہ حق کہا جس سے وہ ناراض ہو گیا اور آپ کو قید کر دیا اور از حد میں ایک کونٹوں کے اندر بند کر دیا جس میں آپ مدت تک رہے۔ علامہ عبدالحمی رزق اللہ فرماتے ہیں:

وهو في الحب محبوس بسبب كلمة تصلح  
بها الامر.

ترجمہ: وہ کنویں میں ایک کلمہ حق کی وجہ  
سے بند کر دیے گئے جس کے ذریعے وہ حکام  
کی اصلاح چاہتے تھے۔

ادریس النبلار میں حضرت طاعن القاری کے حوالے  
سے لکھا ہے:

"وفي طبقات القاری املاً المبسوط  
نحو خمسة عشر مجلدا وهو في السجن  
باور حنبد محبوس بسبب كلمة كان  
فيها من الناصحين"

نیز تاج التراجم، الامام خیر الدین زرکلی تاریخ  
الفنۃ الاسلامی، مفتاح السراہ میں بھی اس سے منته  
جلتے الفاظ ہیں۔ لیکن اصل وجہ پر بہت کم روشنی ڈالی  
گئی ہے۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام زیر لفظ "سرخسی"  
میں ہیٹینگ نے لکھا ہے:

"غالباً انہیں اس لیے قید کیا گیا کہ ام ولد  
کے نکاح کے متعلق انہوں نے حکمران وقت  
کے فعل پر شرعی نقطہ نظر سے اعتراض کیا تھا۔"

لیکن بقول ڈاکٹر حمید اللہ یہ وجہ قابل قبول نہیں اس لیے  
کہ سارے مآخذ مراجعت کرتے ہیں کہ ان کا یہ اعتراض اہل  
کے بعد کا واقعہ ہے۔

دوسری وجہ قید کا حوالہ ڈاکٹر صاحب دیتے  
ہیں کہ استنبول کے "عمومی ترکی تاریخ" کے پروفیسر  
احمد ذکی دلدیری مورخان نے ایک مرتبان سے زبانی گفتگو  
کے دوران یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ اس زمانہ میں بلنصر  
احمد بن سلیمان الکاسانی نامی ایک بدطینت شخص تھا۔  
وہ قاضی القضاة پھر وزیر رہا۔ یہ سب کچھ اسی کا کیا

دعوا تھا۔ اس طرح کا حوالہ خود مبسوط میں بھی آتا ہے اگرچہ  
نام کی تصریح نہیں۔ قال فی اخره "انتهى املا العبد  
الفتير المبثلى بالهجرة الحصر المحبوس من  
جهة السلطان الخطير باغراء كل زنديق حقيق  
اس سلسلے میں مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم سابق  
صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کا خیال  
شاید صحیح ہو وہ لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں ملیسی  
جنگوں کے باعث عالم اسلامی میں بحران تھا اور ہر روز  
نئے نئے ٹیکس لگ رہے تھے اور بے پناہ مظالم ہو رہے  
تھے۔ سرخسی نے بعض ٹیکسوں کو ناجائز قرار دیا۔ گویا علم  
اداری کی اصل کی تحریکیا کی قیادت کی تھی۔ اس پر قید  
ناگزیر تھی اور ڈاکٹر صاحب نے سرخسی کے ایک صالح نگار  
عماد بن سلیمان الکفوی کا تائیدی حوالہ بھی دیا ہے۔

آپ کتنی مدت قید میں رہے؟  
**قید کی مدت** مبسوط اور دیگر کتب جو آپ  
نے قید میں املا کرائیں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے  
کہ آپ ۲۶۶ھ سے ۲۸۰ھ تک قید میں رہے یعنی  
۱۳-۱۴ سال کی مدت۔

آپ مرت کونٹیں ہی میں اتنی مدت نہیں رہے بلکہ  
آپ کی تصانیف سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ مختلف  
دقتوں میں مختلف مقامات میں قید رکھے گئے۔ چنانچہ  
ڈاکٹر حمید اللہ صاحب بھی فرماتے ہیں:

"ان سارے اقتباسات سے گمان ہوتا  
ہے کہ اولاً واقعی آپ کو ایک اندھے کنویں  
میں پھینک دیا گیا تھا۔ پھر ان کی ریاضت  
اور صبر سے متاثر ہو کر رفتہ رفتہ حالت میں  
اصلاح عمل آئی ہوگی اور ایک چھوٹے  
حجرے میں بند رہے۔ اس کے بعد کسی امر

### بقیہ چاہ یوسف کس صدا

قانون کے مطابق ختم بنایا جائے۔ تماشائی لی گئی اور بن یا مین کے بڑے سے سپایز برکد ہو گیا۔ حضرت یوسف نے قانون اور فیصلہ کے مطابق بن یا مین کو روک لیا۔ اس طرح بھائی سے بھائی مل گیا۔

برادران یوسف بن یا مین کے بغیر رشتے دھوتے گھر کو لڑے۔ باپ کی دنیا پیلے ہی سرنی تھی۔ بن یا مین کو نہ پکان کے دل کی مگر ہی اکل ہی اُجڑ گئی۔ انہوں نے بیٹوں کو دوبارہ مھر بھیجا۔ یہ لوگ حاضر ہوئے تو اس مرتبہ حضرت یوسف نے راز سے پردہ اٹھایا۔ بڑے "کچھ یاد ہے تم نے اس کے بھائی یوسف کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟"

حضرت یوسف کے ان لفظوں نے ان کی آنکھیں کھول دیں۔ جس بھائی کو وہ کونہ میں گرا کر دل سے بھلا چکے تھے وہ آج ان کے سامنے تختِ حکومت پر جلوہ افروز تھا اور بڑے اعتبار کا مالک تھا۔ اسے پہچان کر ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے مگر حضرت یوسف نے بڑے اطمینان سے فرمایا: "نہیں آج تم پر کوئی الزام نہیں۔ اللہ تمہیں معاف کرے۔ وہ سب بڑا رحم کرنے والا ہے" (سورۃ یوسف: ۱۲: ۲۹)

حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک تمثیل کی زندگی ایک دوسرے سے بہت مماثلت رکھتی ہے۔

دونوں کی داستانِ حیات کا آغاز مصائب سے ہوتا ہے۔ اپنوں کے ہاتھوں مصائب قید و بند۔ جلاوطنی اور ہجرت دونوں کے ہاں مشرک ہیں۔ کامیابی اور عروج کا آغاز بھی ایک جیسا ہے اور آرزوؤں کے دشمن دستِ بتر ماضر ہوتے ہیں اور لَنْتَرْبِيَنَّ عَلَيْنَكَ الْيَوْمَ (سورۃ یوسف: ۱۲: ۹۲) کا مرثدہ جانفزا سنتے ہیں۔ غالباً اسی لیے حضرت یوسف کی داستانِ حیات کو قرآن مجید میں "احسن القصص" کہا گیا ہے۔

قید میں معیشت نے لی گزریوسف کی خبر سہر لیکن آنکھیں روزوں دیارِ زندان ہر گھنٹے

اور متحد حکومت کے مکان میں زیرِ نگرانی رکھے گئے اور دوبارہ قلعہ میں لائے گئے شاید اس لیے کہ ملک کی آئے دن کی جنگوں جھگڑوں میں دشمن انہیں نہ لے آویں یا رہی کو کم کرنا منظور تھا بالآخر راکے گئے" (نذر مثنوی ص ۱۲۵)

### وفاتِ سرخسی

اعداد کے حساب سے آپ کی تاریخِ وفات "شش ہفتہ اور محمد اولیاء" نکلتی ہے یعنی ۴۸۳ھ بعض جگہ "فی حدود سبعین" اور بعض جگہ "حدود خمس مائتہ" کا ذکر ہے۔ علامہ خضریٰ آپ کا سن وفات ۴۸۲ھ اور ذاب محمد صدیق حسن خان بھوپال ۴۹۴ھ بیان کرتے ہیں جبکہ تحفۃ الفقہاء میں ۴۳۸ھ تک بھی لکھا ہے جو بالکل غلط ہے۔ شاید کتابت میں بجائے ۸۲ کے ۳۸ لکھا گیا ہے۔

لیکن سب مبہم اور تخمینی الفاظ ہیں۔ ابن قلوبغا اور کفوی نے مراحت کی ہے:

"فخرج فی اخر عمره الی فرغانہ"

اور خود علامہ سرخسی کے بیان کے مطابق وہ ۸۰ھ میں علاقہ فرغانہ کے شہر مریان میں جا ٹھہرے تھے لہذا سالِ وفات ۴۸۳ھ زیادہ قرین قیاس ہے۔ مولانا عبدالحی نے ماہ جمادی الاول کی بھی مراحت کی ہے اور ماخذ کشف الظنون ہے۔ مہر ط کے مخطوطوں میں بھی تاریخوں کا یہ اختلاف پایا جاتا ہے مگر بالآخر یہ تین تاریخیں ہی سامنے آتی ہیں۔ دو تخمینی اور ایک معین۔

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ۴۸۳ھ کو ترجیح دی ہے۔

(نذر مثنوی ص ۱۲۲)

## عصر حاضر کی نشانی پر گلنگ کا ٹیکہ

حافظ محمد اقبال ریگونی ماچسٹر



کچھ عرصے سے ایڈز نامی بیماری نے دُنیا بھر کے ڈاکٹروں اور مفکروں کو پریشان کر رکھا ہے۔ ہر مفکر اس کے سبب کے لیے کوشاں ہے اور تحقیق درمیرج کے ذریعہ اس پر قابو پانے کی بھرپور کوشش کر رہا ہے۔ اس بیماری کے پیدا ہونے کی دوسری وجوہات سے قطع نظر تمام ڈاکٹروں کا متفقہ فیصلہ یہی ہے کہ لواطت پرستی اور غیر فطری عمل اس بیماری کو پیدا کرنے کا سبب ہے۔ اسی لیے تمام ہسپتالوں اور ٹی۔وی کے اشتہاروں میں خبردار کیا جاتا ہے کہ غیر فطری عمل سے اجتناب کیا جائے۔

لیکن انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ دوسری جانب اس بیماری کو وسیع کرنے کے پروگرام بھی تیار کیے جاتے ہیں جس عمل کو سب سے زیادہ خطرناک قرار دیا گیا تھا۔ برطانوی معاشرہ کے یہ ناسور اس ٹل کے پھیلاؤ کے لیے نہ صرف کوشش کرتے ہیں بلکہ اسے قانونی بنا کر اس کی مالی امداد کا بھی مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ انتہا تو یہ ہے کہ ۱۶ سال کی عمر کو غیر فطری حرکت کے لیے مزدوں قرار دے کر سابقہ قانون کو ختم کرنے کے لیے بل بھی پیش کیا جاتا ہے۔ روزنامہ مرمرہ، اکتوبر ۱۹۸۹ء کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ:

”برائٹن میں لیبر پارٹی کی کانفرنس کے موقع پر یہ مطالبہ پیش کیا گیا کہ ہم جنس پرستی کے لیے ۲۱ سال کی عمر کی قید ختم کر کے ۱۶ سال کر دی جائے۔ تقریباً پورے چار لاکھ ووٹ کے ذریعے یہ بات تسلیم کی گئی کہ عمر کا یہ اقدار ختم کر دیا جائے اس مطالبہ کو برطانوی ایم پی سٹر کر س اسمتھ نے پیش کیا ہے۔“

اس کانفرنس کو ختم ہونے چند ہفتے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ حزب اختلاف کے مشورہ ایم پی ٹونی بین نے برطانوی دارلعمام میں بل بھی پیش کر دیا۔ مانچسٹر اینگ نیوز ۶ نومبر کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ:

لیبر پارٹی کے ایم پی سٹوڈنی بین نے پارٹی میں ایک بل پیش کیا ہے جس کا مقصد ہم جنس پرستوں کے لیے عمر کی قید ختم کرنا ہے۔ لیبر پارٹی کی سالانہ کانفرنس کے موقع پر بھی تقریباً ۴ لاکھ لوگوں نے اس کے حق میں ووٹ دیے تھے اور یہ قانون پاس کیا تھا کہ جب لیبر پارٹی برسر اقتدار آئے گی تو ایسا ہی کرے گی۔ لیبر پارٹی کے سربراہ اور حزب اختلاف کے قائد نیل کینک کو اس بل کے پیش کرنے کی وجہ سے سخت شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا ہے کیونکہ ٹونی بین نے بغیر کسی تبادلہ خیال کے یہ بل پیش کر دیا تھا۔“

ہمیں لیبر پارٹی کے سربراہ سے صرف یہ کہنا ہے کہ جب سالانہ کانفرنس کے موقع پر یہ مطالبہ پیش کیا تھا اور لاکھوں لوگوں نے اس کی حمایت کی تھی تو اب تبادلہ خیال کیوں اور کیسا؟ اگر یہ توقف اور مطالبہ انتہائی

بے حیائی کی حد تو یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو سرکاری تحفظ دیا جاتا ہے اور ایک رپورٹ کے مطابق باقاعدہ ان کی شادی کو تسلیم کیا جانے لگا۔ برطانوی اخبار ٹائم ۱۵ اکتوبر ۱۸۹ کی یہ خبر پڑھی اور یورپی تہذیب کا تاشا دیکھئے۔ اخبار لکھا ہے کہ،

"ڈنمارک کی حکومت نے لواطت پرستوں کی شادی کو سرکاری تحفظ دینے کا اعلان کر دیا جو کہ پہلے ۱۸۹ سے شروع ہو چکا ہے اس تحفظ سے فائدہ اٹھا کر دو مردوں نے آپس میں شادی کی۔ اوف کارسن اور این لارسن جو ۲۲ سال کے ہیں نے بتایا کہ ہماری یہ شادی کوئی معمول شادی نہیں بلکہ دنیا میں ہم پہلے دو ہیں جن کی شادی کو باقاعدہ حکومتی سطح پر تسلیم کیا گیا اور رجسٹرار کے دفتر سے شادی کا سرٹیفکیٹ بھی جاری کیا گیا۔ یہ شادی کوپن ہیگن کے ٹائون ہال میں مزید ۱۰ جوڑوں کے ساتھ رچان گئی اور بڑے زور شور سے اس کا اہتمام کیا گیا تھا۔ ان کا خیال ہے کہ آئندہ اس قسم کی شادی عبادت گاہوں میں بھی ہرگز سے کی اور چرچ بھی ایسی شادی کو تسلیم کرے گا۔ انہوں نے اخباری رپورٹ کو بتایا کہ آج کے بعد ہم اپنے دوست احباب اور عزیزو اقارب کو یہ کہہ سکیں گے کہ ہم دونوں قانونی طور پر شادی شدہ ہیں۔ اخبار کے مطابق یورپی ممالک کے تمام ہم جنس پرستوں نے اس خبر و قانون پر بے پناہ مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اس بات کا اعادہ و مطالبہ کیا کہ یورپ کے دوسرے ممالک بھی اسے تسلیم کریں اور اس سلسلے میں یورپی

بے حیاد فحش تھا تو اس وقت اس کے خلاف احتجاج کیا جاتا۔ انہیں چاہیے کہ شرمندگی کے بجائے اعتراف اقرار اور رکھنے بندوں میدان میں آجائیں۔ اس لیے کہ اس حمام میں سب ہی ننگے ہیں۔ کیا ایم پی اور کیا عوام بڑے شرموں کو شرم آئی خدا خیر کرے

یورپارٹی کے اس ذلیل موقوف اور دوسرے بے حیائوں کے مطالبات پر پانچمٹر شہر کی کونسل ایسے بدقاشوں کے لیے ایک عظیم ادارہ تعمیر کرنے میں مصروف ہو چکی ہے۔ پانچمٹر ایڈنگ نیز ۹ دسمبر ۱۸۹ء کی اشاعت میں خبر دیتا ہے کہ:

"پانچمٹر شہر کی کونسل نے ۳ لاکھ پونڈ کی مالیت سے ایک ایسی عمارت بنانے کا فیصلہ کیا ہے جو ہم جنس پرستوں کے لیے مخصوص ہوگا۔ کونسل کی ایک ہم جنس پرست کونسل اس ٹیڈر کا کنا ہے کہ پانچمٹر میں ہر ۲۰ عورتوں میں سے ایک اس گروہ سے ہے اور یہ تعداد ہزاروں میں ہے۔ مال کمیٹی کے چیئرمین کا کنا ہے کہ اس خلیہ رقم سے بننے والے سنٹر کی وجہ سے ایسے لوگ خطرے میں نہ رہیں گے بلکہ آزاد ہوں گے۔"

اس خبر پر سوائے دو چار کے کسی نے نہ تو تبصرہ کیا ہے اور نہ ہی تنقید اور جن نے تبصرہ کیا بھی تو صرف اسی بات پر کہ اتنی خلیہ رقم سے ہسپتال اور بزرگ سکول اور اساتذہ کی تعداد میں اضافہ کرنا چاہیے بس اس سے زیادہ کسی نے تبصرہ کرنے کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی اس بات کا مطالبہ کیا کہ اس پر پابندی لگائی جائے جس کا مطلب اس کے سرا اور کیا ہو سکتا ہے کہ یورپی سوسائٹی میں شرم و حیا عفت و عصمت نام کی کوئی چیز ہی نہیں۔ یہ تہذیب بھر حاضر کی پیشانی پر کلنگ کا ٹیکر نہیں تو اور کیا ہے؟ بد تہذیبی

یاریٹ کے دروازے میں کھٹکھٹانے جائیں گے۔  
 یورپی ممالک کے منکروں، کنٹرولوں اور ایم۔ ایل کی طرف  
 سے غیر اخلاقی حرکت کے نفاذ پر یہ امر امان کی بجاؤ نہایت  
 کا پتہ دے رہی ہیں اور پورا معاشرہ عقبت و عصمت شرم و حیا  
 طہارت و پاکبازی کے معانی و مضامین سے بالکل محروم  
 ہو چکا ہے۔ اسی معاشرہ ہی کے وہ افراد ہیں جو شیطان  
 رشدی کی شیطانیت کی حمایت میں مصروف و مشغول ہیں  
 کیونکہ یہ حرام کاری اور خلاف وضع فطری عمل دونوں کے  
 دلدادہ ہیں اور ہر اخلاقی امر کی مخالفت ان کا طریقہ زندگی  
 بن چکا ہے۔ یہ لوگ فطرت سیر اور اخلاق عالیہ کے تمام  
 ضوابط سے نہ صرف محروم بلکہ شدت سے ان کی مخالفت  
 کرتے ہیں۔ ایسے شیطانی افراد سے یہ کیسے ممکن ہے کہ  
 وہ فطرت سیر اور اللہ کے دین کے معیار کو سامنے رکھیں گے۔  
 جب خدا کا تصور اور اس کے احکامات کا پاس و  
 لحاظ ختم ہو جائے، زندگی کو حیرانی بلکہ اس سے بھی بدتر  
 طریقے پر گزارنے کا چلن عام ہو جائے تو ہر اخلاقی اقدار  
 باقی نہیں رہتے۔ جب شہوات کی حکمرانی دل و دماغ پر مستحکم  
 ہو جائے تو پھر شرافت شرم و حیا کا دامن چھوٹ جاتا ہے  
 اور بالآخر فطرت کی خلاف ورزی پر وہ سزا دی جاتی ہے  
 جس سے پینا نالکھن بن جاتا ہے۔ یہی وہ ایڈرز ہے جو  
 عذاب الہی کی صورت میں ظاہر ہو کر ہر بے حیا پر اپنے  
 پنجے گاڑ چکا ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

### چرچ اور پادریوں کی اخلاقی زبوں حالی

مانچسٹر کے علاوہ براؤڈوک کے چرچ کی جانب سے  
 یہ خبر ملی ہے کہ ہفتہ میں دو دن (Good And Sex)  
 کے عنوان پر درس دیا جائے گا۔ اس عنوان کے تحت  
 زنا باہر۔ زنا برضا۔ ہم جنس پرستی چھوٹے بچوں کے

ساتھ غیر اخلاقی حرکات اور طلاق جیسے اہم موضوعات  
 ہوں گے۔ علاوہ ازیں ویڈیو فلم بھی دکھائی جائیں گی اور ایک  
 ماہر جنسیات کو بطور خاص مدعو کیا جائے گا Rev. MARTIN  
 GOODER کا کہنا ہے کہ یہ موضوعات ہماری زندگی کا ایک  
 حصہ بن چکے ہیں۔ جب خدا نے شہوت پیدا کی تو اس نے  
 کوئی غلطی نہیں کی۔ خدا چاہتا ہے کہ ہم اس کی بنائی ہوئی  
 قدرت سے خوب نفع لیں۔ اس کا کہنا ہے کہ جب مجھے اپنی  
 گاڑی کے لیے بہتر سہولت حاصل کرنی ہو تو میں گاڑی سے  
 بنانے والے کی ہینڈ بک دکھیوں گا۔ اسی طرح زندگی  
 کا صحیح لطف حاصل کرنے کے لیے ہمیں اس کی کتاب یعنی  
 بائبل دکھینی ہوگی۔" اخبار نے اس پر یہ سرخی جوائی ہے۔  
 CHURCH GUIDE TO GOOD SEX (مانچسٹر ایوننگ نیوز)

پادری صاحب کی اس بات سے تو شاید ہی کسی کو  
 اختلاف ہوگا کہ یورپی تہذیب میں (SEX) کا موضوع  
 بہت ہی سستا اور عام ہے۔ یہاں کے سکولوں میں اس موضوع  
 پر لیکچر کے علاوہ فلم بھی دکھائی جاتی ہے جس کا نتیجہ نکلتا  
 ہے کہ لڑکی سکول جانے کے بجائے ہسپتال پہنچ جاتی ہے  
 اور کمزاری ماں کے نام سے یاد کی جاتی ہے کیونکہ اس  
 تہذیب میں جو شخص جتنا بے حیا و بے شرم ہوگا اتنا ہی  
 مذہب اور جدت پسند کہلاتا ہے اور کونسل سے لے کر  
 حکومت تک اس کی حوصلہ افزائی میں پیش پیش رہتے ہیں۔  
 یہاں ایک عام آدمی سے لے کر ایم پی تک مجبور اور گرل فرینڈ  
 رکھنے کو مجبور نہیں سمجھتا بلکہ بڑے بڑے ایم پی کے نابالغ  
 تعلقات منظر عام پر آچکے ہیں اور برطانوی ٹیلی ویژن کی  
 ایک مشہور و معروف جبر نامہ پڑھنے والی این ڈانسٹ  
 تو نابالغ نرنجی کی ماں بن کر بھی برطانوی ٹیلی ویژن پر پوری  
 آن وہاں سے موجود ہیں۔ مانچسٹر ایوننگ نیوز نے ہونڈ  
 کی اشاعت میں بچوں کی اخلاقی حالت کا سروے کرنے کے

خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف زہر اگنہ ہے (معاذ اللہ)۔ ان دونوں نے مطلقاً شرافت، شرم و حیا کا جنازہ کس دھوم دھام سے نکالا ہے اسے بھی ملاحظہ فرمائیے۔

جم بیکر امریکہ کے سب سے بڑے میلی دیشن کے پادری تھے۔ ان کا ٹی وی شیٹن دنیا میں سو سے زیادہ شہروں میں دیکھا جاتا تھا جس پر بیکر تبلیغ عیسائیت کرتے تھے۔ ان کی شہرت میں اضافہ ہوا تو لاپٹاپ اور بے راہروی بھی حد سے تجاوز کرنے لگی۔ انہوں نے ٹی وی فسطی کے لیے چھ دنہ اگتھا کرنا شروع کر دیا۔ ان کا ماہانہ چندہ ۳۰ لاکھ امریکی ڈالر سے بھی تجاوز کر گیا۔ جم بیکر نے اس مالِ مفت پر تعیش کا سلسلہ شروع کر دیا۔ عائیشانِ محلات کی تعمیر ہوئی۔ چہرے کی پلاسٹک سرجری کرائی گئی۔ جنسی بے راہروی میں اس حد تک آگے بڑھ گئے کہ عورتوں اور مردوں سے کیا جنون کے ساتھ تعلقات بڑھائے۔ پادری جم بیکر کے پاکباز چہرے پر سے اس وقت نقاب اٹھا جب ایک کال گرل نے اپنے اور جم بیکر کے تعلقات کا ذکر کیا۔ جسیکا بان نامی کال گرل کا کہنا ہے کہ اسے ان بڑے مردوں اور عورتوں پر رحم آیا جو اپنی عاقبت بہتر بنانے کی غرض سے خود خدائی کرتے رہے اور پوری نیشن کی رقم بیکر صاحب کے ہاتھوں میں دیتے رہے۔ اس کال گرل کا دھماکہ کرنا تھا کہ کئی عورتوں اور مردوں نے بھی جم بیکر سے اپنے ویسے ہی تعلق کا اقرار کیا۔ پادریوں کی کمیٹی نے بیکر کو اپنے گروپ سے خارج کر دیا اور اس کے چرچ کا بائیکاٹ کیا لیکن بیکر آزاد تھا کہ نہ امریکی قانون کے مطابق دو مردوں کا یا مرد و عورت کے ناجائز تعلقات جرم نہ تھا۔ اس کی بدنامی بے انتہا ہوئی لیکن وہ قانونی طور پر آزاد تھا لیکن اس پر خود برد اور فراڈ کا مقدمہ دائر کیا گیا۔ انکو اسی شروع ہوئی تو معلوم ہوا کہ چرچ کے

بعد رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا کہ سب بچوں کا خیال ہے کہ ان کے والدین کو اس جنس پرستی کے موضوع پر انہیں بتانا چاہیے۔ اس کے بعد ٹیچرز کو بتانا چاہیے۔ یوں تو دوست احباب، لٹریچر، رسالے سے بہت سی معلومات مل جاتی ہیں۔ اس کا نتیجہ روزانہ سنتے اور پڑھتے ہیں کہ کس خطرناک صورت میں نکلتا ہے۔ ہزاروں لڑکیاں کناری ٹائمیں بناتی ہیں۔ بے شمار بچوں میں بیماریاں پھیل جاتی ہیں۔ راہ چلتی ہوئی عورت کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور ایک ۸۰ سالہ بڑھی عورت بھی ان کے ہوس کا شکار بن جاتی ہے مگر حکومت اور برطانوی مفکرین مجبوراً وہیں پہنچا سقے کہ غیر اخلاقی حرکتوں پر پابندی لگاسکیں۔

پادری صاحب اچھی طرح اس بات کو بھی جانتے ہوں گے کہ چرچ اور گرجا گھروں میں کیا کچھ ہوتا رہتا ہے۔ مخلوق خدا کی رہنمائی کرنے کے دعویدار پادری اور نہیں سنت و عصمت کی دھجیاں بکھیرنے کے بعد بھی شرافت و اخلاق کا بلند بانگ دعویٰ کرنے لگے ہیں بلکہ شیطان کا بٹ خرافات پر پابندی کے خلاف ہیں۔ ہم نے کچھ عرصہ قبل "ازابلہ" نامی کتاب کا مطالعہ کیا تھا جس میں ایک پادری کی بیٹی نے ان سارے نفس کرتوتوں کا بھانڈا بیچ چورا پر لکھ کر پڑ دیا تھا۔ اسی طرح چند ماہ قبل ایک خبر روزنامہ "سن" نے شاخ کی مٹی جس میں ایک پادری کا استغفہ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ یہ لکھا تھا کہ یہ پادری اپنے ہی چرچ میں غیر اخلاقی حرکتوں میں مہرٹ تھا اور شگلی فلموں کو دکھا کر اس کا کاروبار کرتا تھا۔ (۱۹۸۹-۳۱)۔

یہیے ایک اور تازہ خبر جو امریکہ کے دو بڑے شہروں پادریوں اور مذہب عیسائیت کے تنازعہ سکالر اور سائیکس متعلق ہیں جن کا کام ہی اسلام اور اہل اسلام کے خلاف نفرت کا بیج برنا اور اسلامی تعلیمات بالخصوص

ہم اس خبر پر تبصرہ کرنے کے بجائے پادری صاحب کی خدمت میں صرف اتنا عرض کریں گے کہ چرچوں اور گرجاؤں کو غیر اخلاقی حرکات کی آماجگاہ نہ بنائیں۔ یہاں (Sex) کے موضوعات پر درس دینے کے بجائے اخلاق و شرف کے اصول سمجھائیں اور برطانوی حکومت کو ممبر کر کے اس قسم کی تمام مغرب اخلاق و حیا سوز رسائل و جرائد کتاب و فلم پر کڑی پابندی لگانے کے خلاف قانون قرار دے اور اس کے متکب کا خدائی قانون کی روشنی میں فیصلہ کرے تاکہ صحیح معنوں میں ایک اچھی سوسائٹی کہی جاسکے۔

## اجتہاد کا اہل کون ہے؟

از حضرت امام شافعیؒ

قیاس (اجتہاد) کرنے کا مجاز وہی ہے جو آلات قیاس کا مالک ہے یعنی کتاب اللہ سے واقف ہے، فرائض و آداب ناسخ و منسوخ عام و خاص، نصاب و مستحبات کا عالم ہے، تحمل مسائل میں سنت رسول اللہؐ اور اجماع امت سے استدلال کر سکے۔ ایسا پیش آجے جس کا حکم کتاب اللہ میں نہیں ہے، سنت نبویؐ اور اجماع امت پر نظر ڈالے۔ یہاں بھی شرط تو پہلے کتاب اللہ پر یہاں کے پھر سنت رسول اللہؐ پر پھر سلف صالحین کے مسلم قول پر جس میں اختلاف نہیں کہہ کے لیے رد انہیں کہ ان اصولوں اور ان پر قیاس سے بحث کر دینا ہی میں کوئی بات کہے۔ قیاس کرنے کا (حق) منصب ہی کو جو اگلے بزرگوں کے طریقوں سننے کے احوال آتے کہیں اور اختلاف اور نزاع میں بجز ان واقف ہو عقل سلیم بھی رکھتا ہو مشتبہ امور میں قوت تیز میں کام لے سکے۔ رسنے قائم کرنے میں جلد باز نہ ہو۔ مخالف کی بات سننے سے بھی انکار نہ کرتا ہو کیونکہ مخالف کی بات پر توجہ دینے میں نقصان نہیں نفع ہی ہے۔

(بحوالہ جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر اللہ)

ترجمہ صفحہ ۱۶ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور

کردوں ڈالر خورد برد کیے ہیں اور وہ چندہ جو چرچ کی تعمیر اور عیسائیت کی تعلیم کے لیے جمع کیا گیا تھا عیاشان ملت کی تعمیر اور کال گرل کی نذر ہو گیا ہے۔ اس بات کا ثبوت ملے ہی جم بیکر گرفتار کر لیا گیا۔ سال بھر تک کس کی مانت ہوئی رہی۔ جم بیکر نے اپنے آپ کو نفسیاتی مریض ثابت کرنے کے لیے بھی ڈرامے رچائے مگر ناکام ہوئے۔ چنانچہ ۵ برس قید اور پانچ لاکھ ڈالر جرمانہ کی سزا ہوئی اور ایک معتبر ترین عیسائی پادری ایک بدنام ترین شخص ثابت ہوا۔

جم بیکر کی اس گرفتاری اور منہی سکینڈل میں ملوث کرنے میں سب سے بڑا ہاتھ اس کے رقیب پادری سواگٹ کا ہے جو اس کے بعد سب سے بڑے پادری بن گئے ہیں۔ ان کا پروگرام بھی ٹی۔وی کے کئی شیڈولز سے نشر کیا جاتا ہے۔ ان کا کمال یہ ہے کہ ٹی۔وی پر تبلیغ کرتے ہیں تو جب چاہتے ہیں رو لیتے ہیں۔ جب چاہتے ہیں ڈانس کر لیتے ہیں۔ دلانا ہنسنا ان کے ہاں ہاتھ کھیل ہے۔ سٹر سواگٹ کے جنسی سکینڈل بھی کوئی مخفی راز نہیں، عام معلوم ہیں مگر ثبوت نہیں ملتا۔ چنانچہ ان کے پیچھے بھی خفیہ مشن شروع ہوا اور چند ہی روز میں ثبوت مل گیا۔ جو منی سواگٹ کو اس کا پتہ چلا تو ان کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ قبل اس کے کہ اس ثبوت کو منظر عام پر لایا جائے سٹر سواگٹ نے ٹی وی پر اقرار جرم کر لیا اور زائر قطار رو کر خدا سے معافی مانگنی شروع کر دی۔ میں نے گناہ کیا۔ میرے اندر شیطان آ گیا تھا وغیرہ وغیرہ، تاہم چیزیں سواگٹ پر کوئی ایسا جرم ثابت نہ ہوا جو امریکی قانون کے تحت ہو۔ پولیس کی دسترس میں ہو اس لیے وہ ابھی تک آزاد ہیں۔

(روزنامہ جنگ لندن ۲ دسمبر ۱۹۹۷ء صفحہ ۵)

ترک دیا اور سلجوقی ترک بن گئے تھے شیخ کو روشن رکھا، علوم و فنون کو عام کیا، دینی احساس کو بیدار کیا۔ عجمی طور سے ساحتہ۔ ملک شاہ سلجوقی اور اس کا وزیر نظام الملک طوسی اس میدان میں فائق اور عظیم صلاحیتوں کے مالک ثابت ہوئے۔ علم کی شمع روشن رکھنے کے لیے درگاہیں بنوائیں۔ فضلاء اور ماہرین کے لیے سند درس قائم کی۔ طلبہ کے لیے جدید طرز کی سموتیں، قیام و طعام فراہم کیے۔ ان کے لیے وظائف مقرر کیے اور مدارس کا جال بچھ دیا۔

الحاکم بامر اللہ نے سب سے پہلا مدرسہ قائم کیا۔ پھر استاذ ابو بکر نورک کے لیے نیشاپور میں ایک مدرسہ تعمیر ہوا اور دوسرا مدرسہ بہیتقیہ کے نام سے تعمیر ہوا جس کے مدرس علم ابوالقاسم اسفرائینی تھے اور اس میں امام غزالی اور امام غزالی کے استاذ اپنے والد کے انتقال کے بعد داخل ہوئے۔ محمود غزنوی نے دارالسلطنت غزنین میں مدرسہ قائم کیا اور فتوحات ہند کا ایک قیمتی حصہ اس پر صرف کر دیا۔ جاگیریں وقف کیں۔ غزنوی کے بھائی امیر نصر بن بگتگین نے بھی نیشاپور میں مدرسہ بنایا جس کا نام سعیدیہ رکھا۔ اس کے بعد ہی نظام الملک نے مدارس کا جال بچھایا اور انہیں نظامیہ بغدادیہ کے ماتحت رکھا۔ ابونصر صباغ، شیخ جمال الدین شیرازی، علی بن مظفر، امام عبداللہ المسین طبری، قاضی ابو محمد شیرازی، امام ابو حامد غزالی اور ان کے چھوٹے بھائی احمد غزالی جیسے حکماء اسلام اور ماہرین اس مدرسہ میں تدریس کے فرائض پر فائز رہے۔ اس کے ماتحت نظامیہ کا ایک طویل جال بچھا دیا گیا۔ نیشاپور، اصفہان، مرو، خوزستان، موصل، جوزہ ابن عمر، نخل، بصرہ، ہرات، بلخ، طوس قابل ذکر ہیں جس میں ابوالعالم امام الحرمین ابو حامد غزالی، ابوالعالم نیشاپوری وغیرہ

از جناب شریف احمد طاہر

اسلامی نظام تعلیم کے خلافت

فرنگی حکمرانوں

کی سازش

اسلم توڑم  
اس کرۂ ارض پر

چودہ سو سال سے جاوہال

ہے۔ اس کے سفر کا آغاز نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رہنمائی میں ہوا اور طاقت و توانائی خلفاء راشدین، تابعین، تبع تابعین، علماء کرام، مصلحین امت اور صوفیائے عظام سے حاصل ہوتی رہی جب پرچم اسلام کو نواہت نے اپنے ہاتھوں میں لیا تو انہوں نے اس کو چین اور سپین تک لہرایا۔ فرانس (کوہ پارینز) کی سرحدوں کو عبور کیا۔ کرۂ ارض کے مکینوں کو حیات نو کا پیغام دیا اور علوم و فنون کی سرپرستی کی اور خلفاء بنو امیہ کا اسپینی دور علمی و سیاسی دوزخ اعتبار سے عمد زری کہلایا۔ جب یہ شیخ فردواں بزعباس کے ہاتھ میں آئی تو علوم و فنون کو جلا ملی۔ نئی نئی ایجادات ہوئیں۔ جدید اصول مرتب ہوئے۔ تجربہ گاہیں اور رصد گاہیں تعمیر ہوئیں۔ بیت الحکمت کی بنیاد پڑی۔ دارالترجمہ قائم ہوا اور جو علوم و فنون سر بستہ راز تھے اور جسے عیسائی دنیا گمراہی و ضلالت کا پلندہ تصور کرتی تھی اسے مسلمانوں نے سنسز کیا بنا کر پیش کیا جس سے خود عیسائیوں نے استفادہ کیا۔ بزعباس نے اپنے دورِ عروج میں خود علمی، دینی، تمدنی اور ثقافتی ہر میدان میں دنیا کی رہنمائی کی اور دورِ زوال جس میں طاقت و قوت کے محور

کہ میں جسے کہ مجھ سے تیغ و خنجر چھیننے والے  
تیری تعلیم سے اچھا تھا جو شش جنوں میرا  
۱۸۵۷ء سے جب اس جابر و طاہر، ظالم و کافر اور کما  
قوم نے اس ملک پر زبردستی تسلط جمایا تھا اور یہاں کی  
دولت، سیاست، ثقافت، معیشت، قومیت تمام  
چیزوں کو تباہ کر دیا تھا۔ اس سلسلہ میں کس کس نقصان کا  
ذکر کیا جائے بلکہ

ظہر تن بہر داغ داغ شد پذیر کجا کجا نہم

پھر اس نے جہاں برصغیر کے لوگوں کی جان و مال اور  
مذہب، ضمیر و ضمیر اور ذہن و دماغ سب کو نقصان پہنچایا اور  
مسلمان قوم کو بیاداری اور ذہنی طور پر ناکاہ کرنے کا پروگرام  
اور جو سامان اس نے مینا کیا وہاں اس نے اس قوم کو  
وہ نظام تعلیم دیا جس سے ملک و قوم کی دینی و مذہبی  
کامیابی گئی جبکہ انگریزی اقتدار سے قبل یہاں دینی علوم  
فنون کا رواج بھی زوروں پر تھا۔ اس ملک پر سکولوں اور  
دینی مدارس کا یہ حال تھا کہ اس وقت کے سرکاری گریڈ  
کے مطابق صرف عمدہ بنگال میں مسلمانوں کے دس ہزار  
مدارس تھے۔ اور مضافاتِ دہلی میں صبح الامشی فلسفہ کی  
کے حوالے سے ایک ہزار عربی مدارس تھے جن میں سے  
ایک مدرسہ شرافع کا تھا اور باقی تمام امانت کے تھے۔ اس  
طرح انگریزی تاج ڈاکٹر ہلٹن جب ۱۸۹۰ء میں سندھ  
آیا تو اس نے سفرنامہ بعد اورنگ زیب میں ٹھٹھہ  
جیسے قصبہ کے باسے میں لکھا ہے کہ یہاں مذہب اور فلسفہ  
کا خوب چرچا ہے اور چار صد دارالعلوم ہیں۔

پھر جس وقت انگریزوں نے اس ملک میں اسلامی  
روایات اور علوم دینیہ کے مراکز و مدارس کو مختلف تدابیر  
سے ختم کر دیا اور اپنا وہ مجوزہ نظام تعلیم رائج کر دیا جسے  
لارڈ میکالے نے تیار کر کے کہا تھا۔ "ہماری سکولوں،

سندھ درس پر سرفراز ہوئے۔ جامعہ ازہر کی تعمیر ہوئی۔  
جامعہ قیروان کی اساس پڑی۔ جامعہ زیتون نے نہ ٹٹنے  
والے نعوش ثبت کیے۔ ان میں تفسیر، حدیث، فقہ،  
ادب، طب، فلسفہ، کیمیا، علم نجوم، ریاضی اور جرنیل  
کی تعلیم ہوتی تھی مگر صلیب حملوں نے اس تسلسل کو ناقابل  
ذکر نقصان پہنچا دیا اور ان مدارس کا رُخ مغرب میں  
ترک اور مشرق میں برصغیر کی طرف ہوا اور اس میں ملوک  
خلعی، پٹھان، تغلق اور مغلوں نے ایک جوش و ولولہ  
اور جمعیت دی اور علوم و فنون کی آبیاری کی۔ ان میں اس  
کی سرپرستی سیاسی تقویٰ رکھنے والے افراد کرتے تھے۔  
مگر جب سلطان سیاسی طور پر کمزور ہوئے تو یہ نظام  
ان اشراف کے مفلس بندوں کے ہاتھ میں آیا جنہوں نے اس  
کی سرپرستی علی اور مالی دونوں طرح سے کی اور دینی  
مدارس کے نظام کی داغ بیل ڈالی اور زخم ہونے والا  
سلسلہ قائم کیا۔ دینی تعلیم کا رواج ہوا۔ زبان کو استحکام  
حاصل ہوا۔ اسلامی ثقافت و دین کی حفاظت کرنے میں  
بڑی مدد ملی۔

پھر ایک ایسا دور آیا کہ اس برصغیر پر انگریز قوم نے  
حیدر دہانہ اور مکر و فریب سے قبضہ جمایا تھا اور اس  
کے بعد اس نے جس جبر و استبداد و ظلم و ستم کے  
یہاں حکمرانی کی ہے میں اس کی مختصر داستان آپ کے  
سنانے پیش کرتا ہوں گویا سے

وسعتِ دل ہے بہت وسعتِ صحر اکم ہے

اس لیے دل کو ترپینے کی تمہ کم ہے

جبکہ انگریز قوم نے یہاں کی مسلم قوم کو اپنی روایات  
ثقافت، تمدن و سیاست اور ملی جوش و خروش سے  
اس حد تک نا آشنا کر دیا ہے جس کا ردنا علامہ اقبال  
مخوم نے یوں روایا ہے سے

” اس نظام تعلیم کا اصل مقصد مسلمان علماء کے  
دقتار کو مجرد کر کے ان کے خلاف مسلم معاشرے  
میں نفرت و حقارت کا جذبہ پیدا کرنا ہے “  
اور مشنریوں کے الفاظ میں :

” جب تک رائے عامہ ان مذہب کے  
ٹھیکیداروں کے خلاف نہ ہو جائے تب  
ہندوستانوں کے درمیان مسیح کو پیش  
کرنا ممکن نہیں “

برطانیہ کے وزیر اعظم سٹرگیٹ سٹون نے دارالعلوم میں  
قرآن ہاتھ میں لے کر تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ ،  
” جب تک مسلمانوں کے پاس یہ ایسی ہی  
کتاب موجود ہے ہم کبھی کامیاب نہیں  
ہو سکتے “

اس کے بعد اس نے قرآن کی مزید ( ناقابل تحریر و برداشت )  
تہمین کی۔ ایسی خرافات اور اسلام کے خلاف تعلیقوں کے  
بعد یہ گستاخ انگریز جس پہلے بھری جہاز میں سفر کر رہا تھا  
قرآن دلے نے اس جہاز کا بیڑا زخون کی طرح غرق کر دیا تھا  
اور لارڈ کچنر جیسے مشہور انگریز کی اسلام دشمنی اور مسلمانوں  
سے عداوت و ضرب اٹل ہے۔ اسی واسطے حضرت  
شیخ الندمولانا محمد حسین رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ

” روئے زمین پر عیسائیوں اور انگریزوں  
سے بڑا کوئی دشمن ہمارا نہیں۔ اس لیے  
ہم بھی انگریز کے سب سے بڑے مخالف ہیں “

اور وہی ہوا کہ ایک طرف تو اس انگریزی نظام تعلیم  
سے قوم دھک کے اثر پذیر طبقہ کا ذہن اس طرح بنا یا گیا  
جس طرح کہ منسوب تھا اور دوسری طرف علماء پر موز جاتا  
تنگ کیا گیا۔ ان کے ذرائع تعلیم اور تبلیغ اور مدارس  
کو برباد کیا گیا اور خاص طور پر ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں

کامیوں میں انگریزی تعلیم کا مقصد ایسے فوجیوں تیار کرنا  
ہے جو رنگ و نسل کے اعتبار سے ہندوستانی ہوں اور  
دل و دماغ سے انگلستانی ہوں۔ یہ آواز برسر اقدار قوم  
کی آواز تھی۔ اس تعلیم سے ایسی نسلیں ابھرنی شروع ہو  
گئیں جو گوشت پرست کے لحاظ سے یقیناً ہندوستانی  
تھیں لیکن اپنے طرز فکر اور سوچنے کے رنگ و ڈھنگ  
سے خالص انگریز ہی بن چکی تھیں۔

اس عیار و مکار قوم انگریز کے کیا ارادے تھے ان  
کے اپنے انداز میں ملاحظہ فرمائیں۔

پادری جارج ایوسٹ نے ” پروٹسٹنٹ “ فرقہ کی  
صد سالہ جوبلی میں یہ تقریر کی :

” یہ زندگی کی جنگ ہے۔ ہمیں مسلمانوں پر  
فتح حاصل کرنی چاہیے ورنہ ہم پر فتح  
پالیں گے۔ ہم کو عرب جانا چاہیے، بوڈان  
جانا چاہیے۔ وسط ایشیا کا سفر کرنا چاہیے  
اور یہاں کے لوگوں کو عیسائی بنانے کا کام  
کرنا چاہیے ورنہ مسلمان صحراؤں کو عبور  
کر کے آگ کی طرف پھیلیں گے۔ “

اور مستشرق برٹخ دلفرڈ کاٹن دہلی نے برس  
لکھا ہے :

” اسلام ہی پوری مغربی تاریخ اور مغرب  
کا واحد اور حقیقی حریف ہے۔ ہمیں یہ پتہ  
لگانا چاہیے کہ اسلام کا مقابلہ کیوں سخت  
ہے اور ماضی میں کس طرح اسلام ایک  
خطرہ بن کر سامنے آیا تھا اور اب وہ تقریباً  
نصف عیسوی دنیا پر چھایا ہوا ہے “

مشن سکول کے بانیوں اور پادری ولیم نے اپنے مشنری  
مرکز کو ہدایت دی :

مقی رہے گی اور یہ پورا برگ و بار لٹا رہے گا۔ مسلمانوں کو اپنا تشخص اور اپنی سالمیت برقرار رکھنے میں مدد ملے گی اور ان مدارس ہی کے استحکام میں ان کا وجود تشخص و سالمیت مضمر ہے۔

خودی میں ڈوب جا عامل یہ ستر زندگانیا ہے  
نکل کر حلقہ شام و سحر سے جاوداں ہو جا

بقیہ: مولانا عزیز گلؒ

حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں۔ مروی عزیز گل صاحب تپائی کھڑی میں رہ کر اپنی گردن اور گلے کو بچھانسی کے لیے ناپتے اور دباتے تھے کہ ذرا ہمارت ہو جانے اور بچھانسی کے وقت یکبارگی تکلیف سخت نہ پیش آئے اور تجربہ کرتے تھے کہ دیکھو! کس قسم کی تکلیف ہوتی ہے مگر سب کے دل مطمئن تھے گویا کہ نالہ کے گھر میں آرام کر رہے ہوں۔

قدیم میں رہتے ہوئے مولانا عزیز گل صاحب نے قرآن شریف حفظ کرنے کی کوشش کی اور ترکی زبان سیکھی۔ مولانا عزیز گل جس طرح دیوبند میں حضرت شیخ کے خادم خاص تھے کہ معظمہ درینہ اور اسارت ماٹ میں بھی خادم خاص ہے۔ دیوبند واپس آنے تو آپ کا مسکن وہ مکان تھا جس میں اس وقت حضرت شیخ السنہ کی بھانجی کی اولاد رہتی ہے۔ آپ کی شادی دیوبند میں سابق صدر مدرس فارسی مولانا محمد شفیع حسین کی بہن سے ہوئی تھی اور ان سے دو لڑکے ہیں۔ ایک کا نام محمد زبیر ہے جنہیں عبدالرؤف بھی کہتے ہیں۔ دوسرے کا نام محمد زبیر ہے۔ دو لڑکیاں ہیں جو صاحب اولاد ہیں۔

مولانا عزیز گلؒ کی وفات سے نہ صرف ایک عظیم مجاہد آزادی اس دنیا سے چل بس بلکہ حضرت شیخ السنہ کی یادگار کی آخری کڑی بھی اٹ گئی۔ عجاظت گذارین شائقان پاک طینت را  
(بشکریہ دیوبند ٹائمز)

حتمہ لینے والے علماء میں سے جو باقی رہ گئے تھے ان کو نہایت بے رحمی سے ختم کیا گیا۔

۱۸۵۷ء کے جمادِ حشریت کے بعد جب حضرات مجاہدین نے دیکھا کہ ملک ہاتھوں سے گیا اور یہ خطرناک سیلاب اُٹ آیا تو ارباب ملت کے تحفظ اور دین کی بقا اور اس کے استحکام کے لیے کوئی دوسرا محاذ قائم کرنا ضروری ہے تو حضرات شیعین مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی اور لارڈ میکالے کے چیلنج کا مقابلہ کرنے اور ایشیا میں مسلمانوں کی عربی زبان کے احیاء، تہذیب و تمدن کے تحفظ، ملک میں دینی استحکام و دوام کے لیے مدارس دارالعلوم و جامعہات کا نظام قائم کیا اور یہ نعرہ بلند فرمایا:

”ہماری تعلیم کا مقصد ایسے جوان تیار کرنا ہے

جو رنگ و نسل کے اعتبار سے ہندوستانی

ہوں اور دل و دماغ کے لحاظ سے مسلمان ہوں

جن میں اسلامی تہذیب و تمدن کے جذبات

بیدار ہوں اور دین و سیاست کے اعتبار سے

ان میں اسلامی شعور زندہ رہے۔“

بلکہ دارالعلوم دیوبند ہندوپاک میں ہی نہیں بلکہ دیگر ممالک میں بھی تحفظ ناموس رسالت و صحابہؓ اور بقائے اسلام کا ذریعہ ہے۔ علماء دیوبند کی جماعت مسلکِ حقہ کی ہم گیری کی وجہ سے ہر فتنہ کی مداخلت کے لیے سینہ سپر ہے۔ ان علماء نے ہر دور میں اعلا کلمۃ الحق۔ امر بالمعروف اور نہی منکر کا فرض ادا کیا ہے اور اسی اسلوب اور اسی رنگ و ڈھنگ میں جس رنگ میں فتنے نے سُراٹھایا۔ ان مدارس اور درسگاہوں نے مسلمانوں کے نشوونما اسلامی تشخص کو برقرار رکھنے اور قوم کو طاقت و توانائی دینے میں اہم کردار ادا کیا اور جب تک ان مدارس کو طاقت و توانائی

## حدود شرعیہ کی مخالفت

## فِکْرِی اِسْتِدَادِ کَا دَوَاوَرَه

اس سے پاکستانی شناختی کارڈ حسین لیا جانے اور پھر ملت و ملک کے اس باغی کا پرانا سبکیا جانا چاہیے۔  
 ائمہ اہل سنت و جماعت پاکستان کے آغاز سے ہنوز ہمارے عوام کی اکثریت اور ایوانوں کی غالبیت چاہے کسی جگہ سے وابستہ ہو اسلامی شریعت کی برتری پر غیر متزلزل یقین رکھتی ہے اور اپنی ملکی فلاح و بقا صرف اور صرف نظام اسلامی میں ہی جانتی ہے۔

کی صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ مسلم قومیت کا نعرہ جس کی عملی نشانی کے لیے ہندوستان تقسیم ہوا اس کی عملی نشانی کا موقع میسر نہ آسکا، اس کو تباہی کا ہر پاکستانی شہری کو احساس ہے اور اس قصور کا ہر ذرہ دار کو اعتراف بھی ہے۔  
 مگر اسلام سے بیزاری اور بغاوت یہ عوام اور حکمران ہر دو جہت سے ناقابل معافی جرم ہے اور رہتا ہے۔

مگر ہمارے ملک میں چند افراد پر مشتمل ایک لبرل فکری ارتداد کا بھی شکار ہے جو مغرب کو قبلہ و کعبہ جانتے ہوئے کبھی کبھی شرعی احکام کے خلاف بیزاری کا اظہار کرنے کی جرأت کرتا ہے اور حکومت کے بعض وزراء اور مشیران بھی اس فتنے میں ان کے شریکِ عمل ہو کر نذرِ پاکستان پر حملہ آور ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود اور بھیجا ایک معاشرتی جرائم، ذمہ داری، بدکاری، شراب نوشی اور قذف وغیرہ پر جو شرعی سزائیں خالقِ بشر نے مقرر فرمائی ہیں وہ پر مہے کائنات کے لیے سراہر رحمت ہیں۔ انسان معاشرے میں قیام امن اور بشریت کی ہر دو صفت مرد و زن کی عزت و عصمت ان کے مال و جان کی حفاظت کی ضامن ہیں بلکہ انسانیت کے مقام شرافت و کرامت کی کفیل یہی حدود و احکام ہیں جن کے مبارک اثرات کا اولین نتیجہ انسانوں کے اس دنیا میں مکمل تحفظ کی صورت میں ملتا ہے۔

ان سراپائے رحمت حدود کو دہشت گردی گردانا کفرانِ نعمت اور صرف خدا رسول سے ہی بیزاری کا اعلان نہیں بلکہ انسانیت دشمنی اور خبیث باطن اور ہر پرستی کی بنا پر دلیل ہے۔

خصوصاً مملکتِ خداداد پاکستان جو صرف تنفیذِ شریعتِ اسلامیہ کے لیے معرضِ وجود میں آئی۔ اس ملک میں حدودِ اللہ کے خلاف شراپگیزی و ظلم و ستم کی اساس کو ہلانا اور ارضِ پاک کے خلاف بغاوت کی ایک سازش ہے جس کی ابتدائی سزایہ ہونی چاہیے کہ پاکستانی شہریت کا حامل جو شخص اسلامی شریعت کے کسی پہلو پر طعن کرے

پیش کرنے والے قرآن و سنت کی تعلیمات سے اگر بے بہرہ  
ہیں تو جان لیں کہ:

(۱) حق تعالیٰ شانہ نے تمام بشریت کو بنی آدم کا لقب  
دیا اور ان کو ان کے باپ کی طرف منسوب کیا۔ قرآن حکیم  
نے اولاد کو باپ کی طرف منسوب کرنے کی واضح ہدایات  
دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ادعوہم لآباءہم۔ اولاد کی نسبت ان کے  
باپوں کی طرف کر دو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

الولد للفرش وللعاهر الحجر۔ بچہ تو اپنے

باپ کا ہے اور بدکار کے لیے پتھر ہیں۔

یہ بھی معلوم ہے کہ صرف لعان کی صورت میں بچہ

ماں کی طرف منسوب ہوگا۔ کہ نکاح کے بعد خاوند اپنی

منکوحہ بیوی کے محل کا انکار کرے اور بیوی حلف کے

ساتھ اس سے محل پر اصرار کرے اور یہ بھی کہے کہ اگر اس

کا خاوند سچا ہے تو اس (عورت) پر خدا کا غضب ہو تو

انکارِ نسب کی صورت میں بچہ ماں کی طرف منسوب ہوگا اور

اس ماں کا وارث بھی ہوگا۔ ایسی کوئی صورت نہیں کہ بھائی

حقوق کے نام پر ترویج اور بدکاری کی اشاعت کی خاطر

ایسے قانون وضع ہوں کہ شرم و حیا کا جنازہ نکل جائے۔

(۲) یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ شہادت ایک مقدس

خدائی فریضہ اور عظیم قومی امانت ہے۔ بعض احوال میں

خدا تعالیٰ نے صنفِ نازک پر کرم فرمائی کرتے ہوئے تو ہوں

کے اس کے تحمل سے اور کچھ دیگر حالات میں بعض اہم فریضوں

سے رخصتیں دے رکھی ہیں۔ جو تین کو مولانا کریم کاشغر گزارد

ہونا چاہیے۔ عورت کے فطری ضعف کی شریعت میں کتنی

رعایت رکھی گئی ہے نہ یہ کہ کفرانِ نعمت کے طور پر عورت

کا اصرار ہو کہ وہ ضرور اس بوجھ کو اٹھائے گی۔

ان کا یہ عمل خدا تعالیٰ کے غضبِ ثلوی کو دعوت دیتا  
ہے اور دوسری طرف یہ طبقہ پاکستان کی اکثریت کی غیرت  
ایمانی کو چیلنج کرتا ہے ساتھ ساتھ یہ مغرب کے ایجنٹ  
حکومت کی وسعتِ نظری کی بھی آزمائش کرتے ہیں کہ کس  
حد تک حکومتِ پاکستان دینِ اسلام اور نظریہ پاکستان  
کے خلاف بغاوت کو برداشت کر سکتی ہے۔

مقت و ملک اور انسانیت کا دشمن یہ طبقہ جس  
ملک کے لیے وہ ناسر ہے جس کا فوری معالجہ ناگزیر ہے  
پاکستانی مسلم معاشرے کی پیشانی پر سے اس بدنامی داغ  
کا ازالہ نہایت ضروری ہے۔

شریعتِ مطہرہ کے کسی پہلو پر طعن کرنے والے

اور نظریہ پاکستان کے خلاف زہرا کھنے والے مسندِ عمر

اعدائے اسلام کے کارندے ہیں۔ پاکستانی عوام اور حکومت

کو ان کا فاسدہ کرنا ہوگا، آج نہیں تو مستقبلِ قریب

میں انشاء اللہ تعالیٰ۔ مذکورہ اہلِ علم حضرات کی شراکیزگی

کی ایک مثال پیشین خدمت ہے۔ روزنامہ جنگ

۳۱ دسمبر کے شمارے میں پاکستان ڈیمینٹس کمیٹی کراچی کے

حوالے سے تحریر ہے کہ

(۱) بچے کی ولادت کے وقت شہریت کے فارم

میں "باپ" کے لفظ کے ساتھ "ماں" کا اضافہ ہونا

چاہیے تاکہ پیدا ہوتے ہی ہر بچہ (چاہے اس کا

نسب کچھ ہر شہریت کا حق حاصل کر لے۔

(۲) عورت کو قانونِ شہادت برائے حدود میں مستثنیٰ

کرنے کے قازن میں ترمیم ہونی چاہیے۔

(۳) زنا آرزوی جنسِ معصوم افراد کی زندگیوں میں دہشت

پیدا کر رہا ہے۔

یہ ہیں بھائی حقوقِ خواتین کی اختراعات و  
اقتراحات جن کی تکمیل کے طور پر عرض ہے کہ ایسی تجاویز

یہ عین رحمتِ الہی ہے کہ عورت کو امامتِ صحفہ صغریٰ یعنی نماز کی امامت اور امامتِ مملکت کی ذمہ داری کے حق سے مستثنیٰ قرار دیا۔

(۲) اسی طرح اسلامی حدود پر عزم کریں کہ بدکار کو کوٹے لگانا یا سنگساری، چور کا ہاتھ کاٹنا، ڈاکو کا ساتھ ہی پاپی بھی کاٹ دینا یا قتل کرنا، قاتل کی گردن آنا پھینکنا یہ سب دہشت گردی کے خلاف مبارک جہاد ہے اور جرائم کے انسداد کا ایک ایسا سہل نسخہ ہے جسے حکیم مطلق نے فطرتِ انسانی کے عین مطابق تجویز فرمایا ہے تاکہ یہ حدود مفسد عنصر کا قلع قمع کر کے پُر امن معاشرے کی تخلیق کرنے میں مدد دے سکیں جن سے مظلوم کی داد رسی ہوتی ہے۔ بھرمین کے لیے مقامِ عبرت اور شریروں کو ان کے شر سے باز رکھ کر پُر امن انسانوں کی خدمت اور برکاتِ خداوندی کو حاصل کیا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کسی حد کے نفاذ کی برکات چالیس سال کی بارش سے بھی بڑھ کر ہیں۔

تو مفسد عنصر کا قلع قمع انسانی معاشرے کے ساتھ عین رحمت ہے جس طرح کہ فاسد عضو کو مریض شہفقت اور کمالِ رحمت کے تقاضے سے کاٹ کر بقیہ جسد کو مامون محفوظ بنایا جائے اس میں کسی کی حق تلفی کیسے ہے۔ نہ مردوں کی نہ عورتوں کی۔ بلکہ امامتِ حدود میں تو صاحبِ حق کو اس کے حق کے دلانے کا تحفظ ہے۔

البتہ خدائی ضوابط کو موردِ طعن ٹھہرانا اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو خالق کے سراپا رحمتِ نظامِ حیات سے محروم رکھنا یہ خالق اور مخلوق دونوں کی حق تلفی ہے اور درہرہ ظلم ہے۔ اسی لیے ارشادِ ربّانی ہے:

ومن لم یحکم بما انزل اللہ  
فاولئک هم الظالمون

جو خدا تعالیٰ کے نازل کردہ نظامِ حکومت کا نفاذ نہیں کرتے وہ ظالم ہیں۔

کیونکہ خدا تعالیٰ کے حقِ اطاعت میں کوتاہی کر کے مخلوق کو اس کی رحمت سے محروم کر کے یہ ظالم اپنی ڈھٹائی سے خدا تعالیٰ کے نزدیک فاسق بھی بن جاتے ہیں۔

ومن لم یحکم بما انزل اللہ  
فاولئک هم الظالمون

اور شریعتِ مطہرہ کے نظام کو غیر صالح سمجھ کر منکر ہو جانے پر یہ کافر بھی گردانے جاتے ہیں۔

ومن لم یحکم بما انزل اللہ  
فاولئک هم الکافرون (سورۃ المائدہ)

انسان کے وضعی قوانین میں نقص اور خالقِ انسان کے وضع کردہ نظام میں کمال اور جامعیت بالکل اسی طرح بدیہی ہے جیسے کہ خالق و مخلوق میں فرق۔ نہ سمجھیں تو دونوں نظاموں میں تقابل کر لیں۔

بشری قوانین کی قیام امن میں عدم صلاحیت جاننے کے لیے اقوامِ عالم میں سب سے ترقی یافتہ ملک امریکہ کو دیکھ لیں کہ اعلیٰ اور جدید ترین مادی وسائل کی کثرت کے باوجود بد امنی اور اخلاقی گراؤ میں اسفل سافلین میں ہے۔ رعفت و پاکدامنی کا تصور معدوم، دن دہاڑے قتل و غارت اور ڈکیتیاں معمولِ زندگی۔ کوئی شخص نقد کا لے کر جیب میں چلنے کو یوں ہی سمجھتا ہے کہ ایٹم بم ہے جسکی بھی وقت پھٹ سکتا ہے۔

جرائم کی کثرت سے مجرموں کے لیے بنائی گئی جیلوں میں گنجائش نہیں۔ قراب بھری جہازوں میں بند کر کے انہیں کھلے سمندروں میں کھڑا کر دیتے ہیں۔

اس کے تقابل میں اسلام کے نظامِ حکومت اور اس کی حدود کے قیام سے پُر امن معاشرے کا صدیوں تک

اللہ علیہ السلام (رض)

انہوں نے تجربہ کیا اور آج بھی جن ممالک اسلامیہ میں شرعی سزائیں قائم شدہ کی جاتی ہیں ان میں امن عاری کی حالت مشرق و مغرب میں قابل رشک ہے۔ کاش کہ ہم بھی پاکستان میں تنفیذِ شریعت کی عملی مشق کر کے اختیار کے لیے قابلِ تقلید بنتے۔

مگر پاکستانی معاشرے کے بعض افراد جو مادرِ پرورداری کے قائل ہیں اسلامی نظام کے خلاف ہمارے معزز معاشرے کے شرف و کرامت اور عظمت کو ہم چھیننا چاہتے ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ یہ اپنے مغربی آقاؤں کی حالت سے عبرت پکڑے اور ان کی حالتِ نار پر دم کے طور پر اور حق نیک خواری کی ادائیگی ان کو سلام کے جامع نظامِ حکومت کو اختیار کرنے کی دعوے کر ان پر احسان کرتے مگر کتنے بے حیائی اور باطل پر ڈھٹائی ہے کہ یہ لوگ الٰہی بحق کے نام سے شریعتِ مطہرہ کے خلاف ہرزہ سرائی کریں۔ نہ خدا کا خوف مانع ہو نہ مسلم اکثریت کے غیظ و غضب کا ڈر، نہ حکومت کی طرف سے محاسبہ کی فکر۔

حکومت کا فریضہ ہے کہ فکری ارتداد کے حامل، وطن اور ملت کے ان غداروں کا شدید حساب لے، در نہ پاک و وطن کے عینوہر مسلمان ان کے مخلوں، گلی کوچوں، ان کے گھروں اور دفینوں میں ان کا تعاقب کریں گے پھر اسلام کے فدایان کی گرفت سے مغرب کے ان ایجنٹوں اور قومی ممبروں کو وہ نہ بچا سکیں گے۔

بقیہ: اخلاص اور اس کی برکات

لہ اجران: اجر الستر واجرا علانیة (بلکہ لوگوں کی یہ تعریف ایک قسم کی بشارت ہے جو دنیا میں اسے مل گئی۔ کما قال صلی اللہ علیہ وسلم انہ شہداء

امام مسلم نے حضرت ابو ذرؓ سے روایت کی ہے میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایک شخص نیک عمل کرتا ہے اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں؟

تو آپ نے فرمایا یہ مومن کے لیے دنیا میں ہی بشارت ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری  
ریا سے خوف

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا "اے لوگو! اس شرک سے ڈرو کیونکہ یہ چھوٹی کے قدموں کی آہٹ سے بھی زیادہ خفی ہے۔"

ایک شخص نے پوچھا۔ پھر اس سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟

فرمایا یہ کہا کرو۔ اللہم انالعوذ بک من ان فشرک بک شیئاً نعلمہ، ونستغفرک لعلانا نلعمہ اللہ تعالیٰ ہمیں ریا سے محفوظ فرمائے اور اخلاص کی نعمت سے فوازے۔ آمین۔

بقیہ: آپ نے پوچھا

میں بھی مہارت پیدا کرنے کا کفیل ہوں اور اس سلسلہ میں جمعیت العلماء ہند اور باپِ علم سے رشتے لے کر اپنی صوابدیر کے مطابق حتی الوسع جلد کوئی نوٹ اقدام کرے۔"

اس سے واضح ہوتا ہے کہ درسِ نظامی کے نصاب میں عمری تقاضوں کے امتزاج کی ضرورت کا احساس ہمارے اکابر کو بھی تھا صرف اتنی بات تھی کہ وہ تحریک آزادی میں مصروفیات کے باعث اس سمت کوئی توجہ نہیں دے سکتے تھے اور اس سے یہ بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اگر سلسلہ میں اس ضرورت کا احساس اس قدر شدت کے ساتھ تھا تو آج ۱۹۹۰ء میں اس کی اہمیت اور ضرورت میں کس قدر اضافہ ہو چکا ہوگا۔

مدیر کے قلم سے

## شہید ناموس صحابہ، مولانا حق نواز جھنگوئیؒ

انجمن سپاہ صحابہ پاکستان کے سرپرست اعلیٰ اور تحفظ ناموس صحابہ کے بے باک نقیب مولانا حق نواز جھنگوئیؒ ۲۲ فروری ۹۰ء کو جنگِ صدر میں اپنی رہائش گاہ کے دروازے پر سفاک قاتل کی گولیوں کا نشانہ بن کر جامِ شہادت نوش کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مولانا شہیدؒ جامعہ مدنیہ شوروکوٹ کینٹ کے سالانہ جلسہ میں شرکت کے لیے روانگی کی تیاری کر رہے تھے جہاں انھوں نے رات کی نشست سے خطاب کرنا تھا۔ اچانک آٹھ بجے کے قریب کسی نے دروازے پر گھنٹی دی۔ مولانا جھنگوئیؒ باہر آئے مبینہ طور پر دو آدمی تھے جن میں سے ایک نے مولاناؒ سے گفتگو شروع کی اور دوسرے نے دروازے پر دھمکے مار کر دیئے مکان کے سامنے گراؤنڈ میں شادی کی ایک تقریب تھی۔ مولانا جھنگوئیؒ نے شوروکوٹ جانے سے قبل اس شادی میں بھی شرکت کی تھی۔ فائر کی آواز سے لوگوں نے یہ سمجھا کہ شادی کی خوشی میں نوجوان فائرنگ کر رہے ہیں یہی اشتباہ حملہ آوروں کے لیے غنیمت ثابت ہوا اور وہ موقع سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ گولیاں مولانا جھنگوئیؒ کے سر، گلے اور پیٹ میں لگیں وہ وہیں گئے۔ انھیں گرتا دیکھ کر اردگرد کے لوگ متوجہ ہوئے علاقہ میں کرام میچ گیا مولانا شہید کو فوراً ہسپتال لے جایا گیا مگر ہسپتال پہنچنے سے قبل ہی وہ عروسِ شہادت سے ہمکنار ہو گئے۔ راقم الحروف اس درز شوروکوٹ میں تھا، ظہر کے بعد جامعہ مدنیہ شوروکوٹ کینٹ میں سالانہ جلسہ سے خطاب کیا اور حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود مدظلہ کے ہمراہ مغرب کی نماز جامعہ عثمانیہ شوروکوٹ شہر میں ادا کی۔ نماز کے بعد جامعہ عثمانیہ کے تمام مولانا بشیر احمد سفاک کے ساتھ انکے دفتر میں بیٹھے تھے کہ مولانا حق نواز جھنگوئیؒ کا فون آیا۔ مولانا سفاک کے علاوہ انھوں نے علامہ صاحب اور راقم الحروف سے بھی بات کی کم و بیش سات بجے کا وقت تھا یہ ہماری آخری گفتگو تھی جو فون پر ہوئی۔ مولانا جھنگوئیؒ نے جبیرہ علیہ السلام پاکستان کے اتحاد دوستی کا زکی حد و جد کو سیاسی پلیٹ فارم پر منظم کرنے کے سلسلہ میں مشاورت کے لیے گوجرانوالہ تشریف آوری کی خواہش کا اظہار کیا اور ہمارے مین آئنڈ ہنقرہ کے دوران کسی وقت مل بیٹھنے کی بات طے ہوئی۔ وہاں فارغ ہو کر علامہ خالد محمود صاحب اور راقم الحروف واپسی کے لیے بس سٹاپ پر پہنچے تو بہت سے نوجوان سپاہ صحابہ کا پرچم اٹھائے مولانا حق نواز جھنگوئیؒ کے استقبال کے لیے انکے انتظار میں کھڑے تھے ان نوجوانوں نے ہی جنگِ جانے والی ایک ٹیگن روک کر ہمیں سوار کرایا اور جب ہم جنگِ سپنجے تو یہ روح فرسا خبر اپنی تمام تر حشر سامنیوں سمیت ہماری منتظر تھی کہ عرصیت و استقامت کی شاہراہ کا یہ بلند جوسلہ مسافر شہادت کی منزل کو پہنچ چکا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

نمازِ جنازہ دوسرے روز جمعہ کی نماز کے بعد اسلام آباد کی گراؤنڈ میں ادا کی گئی حضرت مولانا محمد عبداللہ ذوالخاتمیؒ امت پر قائم



اسلام میں اس کی گنجائش نہیں ہے البتہ اسلام پیغامِ  
 کے قوی ذرائع سے استفادہ کا ہر شہری کو یکساں حق دیتا  
 ہے اور قوی ذرائع سے استفادہ کے حق میں ترجیحات  
 کا قائل نہیں ہے۔ ہر شہری کو یکساں طور پر حق حاصل ہے  
 کہ وہ قوی ذرائع سے استفادہ کرے۔ ان اگر کوئی شہری اس  
 حق کو استعمال کرنے میں اپنی ذہنی صلاحیت اور وقت کار  
 کے لحاظ سے دوسروں سے بڑھ جائے تو اس کی اپنی

ممت از صلاحیت کا ثمر ہے۔ جناب سرور کائنات  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ کے  
 دورِ خلافت میں بحرین سے بیت المال میں خاصا سامان اور  
 دولت آئی۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے یہ تجویز پیش کی  
 کہ بیت المال سے وظائف اور اموال کی تقسیم میں ترجیحات  
 قائم کی جائیں اور حضرات صحابہ کرامؓ میں فضیلت کے  
 جو درجات ہیں اس لحاظ سے تقسیم کے درجات قائم  
 کی جائیں مثلاً بدری صحابہؓ کو سب سے زیادہ دیا جائے  
 پھر ماجرینؓ کو پھر قبیلے بنی نضیرؓ کو اور پھر بعد میں  
 مسلمان ہونے والے حضرات کا درجہ رکھا جائے لیکن  
 حضرت ابو بکرؓ نے یہ کہہ کر اس تجویز کو مسترد کر دیا کہ فضیلت  
 کا تعلق آخرت سے ہے۔ اس کا ثواب زیادہ یا کم آخرت  
 میں ملے گا

وَهَذِهِ مَعَاثِرٌ فَلَا أُسْتَوَىٰ فِيهَا خَيْرٌ  
 مِنَ الْآيَةِ

اور یہ معیشت ہے اس میں برابری ترجیح  
 سے بہتر ہے۔

چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ اپنے دورِ خلافت میں اسی  
 اصول پر عمل کرتے رہے لیکن جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے  
 تو انہوں نے اس اصول کو بدل کر اپنی تجویز کے مطابق  
 ترجیحات کی بنیاد پر وظائف کی تقسیم کا سلسلہ شروع کیا



## اسلام میں معاشرتی مساوات کا مقصود

سوال

ایکے طالب علم تنظیم (۱) خد اپرستے  
 (۲) انسان دوستی اور (۳) معاشی مساوات  
 کو اپنے بنیادی اصول قرار دیتی ہے۔ کیا معاشی  
 مساوات کا تصور اسلام میں ہے؟

نیا زخم نامہ بر جہان، مدرسہ اوزار العلوم، گوجرانولہ

جواب: معاشی مساوات کا معنی اگر تو یہ ہے کہ  
 ایک معاشرہ کے تمام افراد ایک ہی جیسی زندگی گزاریں اور  
 خوراک، لباس، رہائش، ملکیت، کاروبار اور دیگر معاملات  
 میں ان میں کوئی تقسیم کا کوئی تضاد اور ترجیحات نہ ہوں تو  
 یہ قطعی طور پر ایک غیر فطری تصور ہے جو نہ صرف یہ کہ اسلام کے  
 بنیادی اصولوں سے متصادم ہے بلکہ عملاً بھی ناممکن ہے۔  
 برائے نام ذہنی صلاحیت، قوت کار اور وسائل سے استفادہ  
 کی استعداد کے لحاظ سے دوسرے سے بالکل مختلف  
 ہے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ اپنے چار یا پانچ لوگوں  
 کو ایک ایک ہزار روپے کی رقم دیں اور یہ توقع رکھیں کہ  
 سب کے سب اس رقم کو ایک ہی مدت میں خرچ کریں گے،  
 ایک ہی مصرف میں صرف کریں گے اور ایک ہی جیسے نتائج  
 اور منافع حاصل کریں گے۔ یہ قطعی غیر فطری بات ہے اور

کے نصاب میں تبدیلیوں اور اس میں عصری علوم اور تقاضوں کو شامل کرنے کی آواز اٹھا رہی ہے جبکہ ہمارے اکابر نے ایسا نہیں کیا اور نہ ہی کسی بزرگ نے اس مقصد کے لیے کوشش کی۔ کیا موجودہ رجحان اکابر کے طرز عمل سے انحراف نہیں ہے؟

منظور احمد، سن آبد، لاہور

جواب: یہ کہنا کہ ہمارے اکابر نے دینی مدارس کے نصاب میں عصری تقاضوں کو شامل کرنے کی طرف توجہ نہیں دی ہے یا پسند نہیں کیا خلاف واقعات ہے۔ سب سے پہلے دینی اور عصری علوم کو اکٹھا کرنے کی بات شیخ الحدیث حضرت مولانا محمود حسن دیوبند نے کی تھی اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے خود بھی عملی گراہ تشریف لے گئے تھے۔ مددۃ العالماں لکھنؤ کا قیام بھی اسی جذبہ کے تحت عمل میں لایا گیا تھا اور اسی مقصد کے لیے جامعہ ملیہ دہلی کی تشکیل ہوئی تھی۔ اس ضمن میں جمعیتہ العلمیہ ہند کی مندرجہ ذیل قرارداد بطور خاص اہمیت رکھتی ہے جو جمعیتہ کے تیسرے عمومی اجلاس منعقدہ لاہور بتاريخ ۲۰-۲۱-۲۲ مارچ ۱۹۴۲ء میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کی زیر صدارت منظور ہوئی تھی۔ قرارداد کا متن یہ ہے:

’جمعیتہ العلمیہ ہند کا یہ اجلاس مدارس عربیہ دینیہ کے مرد و نساء میں دورِ حاضر کی ضرورتوں کے موافق اصلاح و تبدیلی کی ضرورت شدت سے محسوس کرتا ہے اور مدارس عربیہ کے ذریعہ حضرات اور تعلیمی جماعتوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ ماہرین تعلیم کی ایک کمیٹی اس پر غور کرنے کے لیے باہمی مشورے اور تعاون سے مقرر کر کے ایک ایسا نصاب مرتب کرائیں جو دینی علوم کی تکمیل کے ساتھ ضروریات عصریہ (باقی صفحہ پر)

اور دس سالہ دورِ خلافت میں اسی طریق کار پر عمل کیا جائے۔ آخری سال انہوں نے اس خیال کا اظہار کیا کہ تجربہ سے یہ بات ثابت ثابت ہوئی ہے کہ بیت المال سے وظائف کی تقسیم کے بارے میں حضرت ابو بکرؓ کی رائے درست تھی۔ اس لیے آئندہ سال سے میں موجودہ طریق کار کو ترک کر کے حضرت ابو بکرؓ کے طے کردہ اصول کے مطابق وظائف کی تقسیم کا نظام قائم کروں گا لیکن اس کے بعد حضرت عمرؓ کی شہادت ہوگئی اور انہیں اپنے نظام پر نظر ثانی کا موقع نہیں مل سکا۔ امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں یہ ساری تفصیل بیان کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکاری اور قومی ذرائع پر تمام شہریوں کا حق یکساں ہے اور اس میں ترجیحات قائم کرنا بہتر نہیں ہے البتہ یہاں زیر بحث مسئلہ کا ایک اور پہلو بھی ہے جسے نظر انداز کرنا شاید قرین انصاف نہ ہو۔ وہ یہ کہ صدیقی دور میں بیت المال سے وظائف کی تقسیم برابری کی بنیاد پر ہوتی رہی ہے اور فاروقی دور میں ترجیح کا اصول اپنایا گیا ہے۔ اگرچہ حضرت عمرؓ نے اس سے رجوع کا زبانی اظہار فرمادیا تھا لیکن اس کے بعد بھی ترجیحی اصول پر عمل درآمد کا تسلسل قائم رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دراصل دونوں اصول موقع عمل کی مناسبت سے قابل عمل ہیں اور حالات کو سامنے رکھتے ہوئے کسی بھی اصول کو اپنایا جاسکتا ہے۔ اصل بات اجتماعی مفاد کی ہے۔ اگر کسی وقت حالات کا تقاضا قومی ذرائع پیداوار کی برابری کی بنیاد پر تقسیم کا ہو اور اجتماعی مفاد اس میں بتوا یک اسلامی حکومت اس اصول کو بھی اپنا سکتی ہے اور کسی دور میں اگر اجتماعی حالات کا تقاضا اس کے برعکس ہو تو دوسری صورت اختیار کرنے کی گنجائش بھی موجود ہے

دینی مدارس کے نصاب اور اکابر کا طرز عمل

سوال: آج مختلف اطراف سے دینی مدارس

کے متنوع ارشادات و فیوضات حسن ترتیب کے ساتھ جمع کر کے علوم و معارف کا ایک حسین گلدستہ بنا دیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دیں اور طلباء اور طلباء کو ان کی اس محنت سے فیض یاب ہونے کی توفیق بخشیں آمین یا الہ العالمین۔

## کشمیر بارہ کروڑ انسانوں کی زندگی اور موت کا مسئلہ

محرر ریاض ڈبرگیڈیر محمد شفیع خان  
ناشر کشمیر سٹڈیز سنٹر لاپور

صفحات ۲۴ قیمت دس روپے

پتہ کاپڑہ انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز

بلاک ۱۹ مرکز ایف سیون اسلام آباد

کشمیر کا مسئلہ ۱۹۶۴ء سے پاکستان اور بھارت کے درمیان تنازعہ چلا آ رہا ہے اور بھارت اقوام متحدہ میں کشمیری عوام کے حق خود ارادیت کو تسلیم کرنے کے باوجود انہیں عملاً یہ حق دینے کے لیے تیار نہیں ہے اور بھارت کی اس ہٹ دھرمی کے خلاف کشمیری حریت پسندوں کی جدوجہد مسلسل جاری ہے۔ مسئلہ کشمیر کے ساتھ پاکستانی عوام کی جذباتی وابستگی انہرمن انہس ہے جس کا متعدد مواقع پر پچوش اظہار ہوتا رہتا ہے لیکن مسئلہ کشمیر کے تاریخی پس منظر اور اس نازک مسئلہ کے باسے میں حقائق و واقعات سے واقفیت کا رجحان عام نہیں ہے جو ہماری ایک اجتماعی کمزوری ہے۔ جناب محمد شفیع خان نے اپنے اس مضمون کے ذریعے اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ مسئلہ کشمیر کے باسے میں پائی جانے والی موجودہ بیداری کے ماحول میں اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی ضرورت ہے۔



افادات شیخ الحدیث مولانا عبدالحق

ترتیب و تصنیف مولانا عبد القیوم حقانی

کتابت و طباعت معیاری

صفحات ۲۰۶ قیمت مجلد - ۵/۵ روپے

ناشر مؤثر المصنفین دارالعلوم حنفیہ

اکوڑہ خشک، ضلع پشاور

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ قادری

کا شمار ہمارے دور کے ان جلیل القدر بزرگوں میں ہوتا

ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت

اور دینی علوم کی ترویج کے میدان میں افادہ عام کا جذبہ

بنایا اور ملت اسلامیہ کے ایک بڑے حصے نے ان

سے استفادہ کیا۔ حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ

کا اٹھنا بیٹھنا اور اور رضا بھیننا ہی تعلیم و تبلیغ اور دینی

ارشاد دہنا اور ان کی عام اور علمی مجلسیں بھی علمی استفادہ

سے بھر پور ہوتی تھیں۔ مولانا عبد القیوم حقانی نے اپنے

شفیق استاذ کی ایسی ہی مجلسوں کے افادات کا

احاطہ کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے اور صحبہ

اہل حق کے نام سے حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ

## سیرت سیدنا ابو ہریرہؓ

مؤلف: حافظ محمد اقبال رگونی  
صفحات: ۱۳۴ قیمت: ۱۲/- روپے  
ناشر: دارالعارف الفضل مارکیٹ  
اردو بازار لاہور

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، تاریخ اسلام کی وہ عظیم شخصیت ہیں جنہوں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کرنے کے بعد رسالت کا یہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات فرمودات کو ہی اپنا وظیفہ حیات بنالیا اور پھر اس ذوق اور محنت کے ساتھ فرمودات نبویؐ کو اپنے سینے میں محفوظ کیا کہ چند سال میں حدیث رسولؐ کے سب سے بڑے راوی کی حیثیت حاصل کر لی۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی زندگی طلب علم اور اشاعت دین سے عبارت ہے اور ان کے صحابہ کرام میدان عمل کے راہروؤں کے لیے بلاشبہ سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسلامک اکیڈمی مانچسٹر برطانیہ کے ڈپٹی ڈائریکٹر مولانا حافظ محمد اقبال رگونی نے انہی نشان ہائے راہ کو اس کتابچے میں یکجا کیا ہے اور حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب کے ذریعہ مقدمہ لکھنا پھر کی اہمیت و افادیت کو دو چند کر دیا ہے۔

## مسلمان کسے کہتے ہیں

مؤلف: مولانا حافظ مہر محمد  
صفحات: ۱۰۰ قیمت: ۱۰/- روپے  
ناشر: جامعۃ العلوم الاسلامیہ  
الین۔ ڈ میر پور آزاد کشمیر

آج کے دور میں اس امر کی سب سے زیادہ ضرورت ہے کہ اسلام کے عقائد و اعمال اور اخلاقی احکام و مسائل کو عام فہم انداز میں مختصر طور پر تحریر کیا جائے تاکہ عام پڑھے لکھے لوگ اسلامی احکام و مسائل سے آسانی و آہستگی حاصل کر سکیں۔ مولانا حافظ مہر محمد نے اس ضرورت کے پیش نظر یہ رسالہ مرتب کیا ہے جو اپنے مقاصد کے لیے خاصا مفید ہے اور دینی معلومات کو عام لوگوں تک صحیح طور پر پہنچانے کے لیے اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی ضرورت ہے۔

## ماہنامہ المذاہب لاہور

مدیر: جناب محمد اسلم رانا  
ذرائع اور تحقیق: سالاہ چالیس روپے  
خط و کتابت: ایڈیٹر ماہنامہ المذاہب، ملک پارک،  
کاپی: شاہدہ ۱۰، لاہور ۵۴۹۵۰

جناب محمد اسلم رانا کو اللہ تعالیٰ نے عیسائیت کے مطالعہ اور تحقیق و تجزیہ کے خصوصی ذوق سے نوازا ہے اور وہ ایک عرصہ سے مختلف جرائد و رسائل کے ذریعے اپنے اس ذوق کا اظہار کرتے آ رہے ہیں اور ان دنوں ماہنامہ "المذاہب" کے نام سے ایک مستقل ماہنامہ کی اشاعت کی ذمہ داری نباہ ہے ہیں۔ عیسائی مشنریاں مختلف عنوانوں کے ساتھ اور متنوع پروگراموں کے ذریعہ پاکستان کے سادہ لوح عوام کو اپنے جلال میں پھنسانے کی مسلسل کوشش کر رہی ہیں ان سے عوامی اور دینی حلقوں کو بے خبری بلکہ بے حسی ایک مستقل المیہ ہے جو جناب محمد اسلم رانا کو بے چین کیے ہوئے ہے اور انہوں نے بے شرمائی کے باوجود اس سلسلہ میں علماء اور عوام کو بیدار کرنے کا مشن سنبھال رکھا ہے۔ (باقی صفحہ پر)

## وعظ و نصیحت کے ضروری آداب

وعظ و نصیحت کا پہلا رکن یہ ہے کہ واعظ مسلمان کو ایسے عبرت بخش واقعات سنائے جن کو سن کر دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجائے دنیا کی ہوس رانیوں سے دل بیزار ہو جائے اور توشہ آخرت جمع کرنے کو نیا خیال دل میں جم جائے اور نفسانی خواہشات کے درپے رہنے سے دل بہل جائے لیکن قصص بیان کرتے وقت یا تفریب تریب کی فریادیں نہ دے وقت یہ امتیاز ہے کہ کوئی اصلی قصہ یا موضوع وادیت ذکر نہ کی جائے جیسے کہ اس صحر کے واعظین کہتے ہیں کہ چونکہ یہ تو بہادرت روشنی کی بجائے گہری تاریکی سے زیادہ قریب ہے یہ تفریب تریب اس انداز سے ہو کر زندگی گروہش کی سرعت اور اسکے گن گنچ پر عدم ثبات کو اچھی طرح واضح کئے اس طرح تذکیر و وعظ سے لوگوں کی جہتوں کی ذہنیت اور کوششی پاش پاش ہو جاتی ہے۔

۱۔ وعظ کا دوسرا رکن یہ ہے کہ واعظ لوگوں کو نظامِ شری کی پابندی کے فوائد اور اس کی خلاف ورزی کے خلاف نقصانات سمجھانے معاشرتی زندگی میں نظام کے فوائد اور اس کی خلاف ورزی کے مفاسد بیان کرتے وقت اور احتمال کی بات بیان کرنے سے گریز کرے زیادہ تر مشربیات اور فحش باتوں کا ذکر کرے اس طرح خطاب کا فائدہ زیادہ حاصل آگیا۔

۲۔ وعظ کا تیسرا رکن یہ ہے کہ اپنی تقریر و بیان میں دل نشین تشبیہات اور اثر آفرین استعارات اور اصناف سخن میں سے مجازات استعمال کئے اور اپنے بیان میں ایسے بلند و عالی افکار و خیالات کو پیش کرے جو لوگوں کے دلوں کو تسلیم و رضای مجبور کریں۔ اسے چاہیے کہ وہ مسلمات اور مشہور روایات سے قسک کر تار ہے۔ لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والے کو چاہیے کہ وہ وعظ و تذکیر میں لوگوں کی سطح فہم کے مطابق بات کئے اور کلام کے دقیق و باریک مسائل میں الجھنے سے گریز کرے کیونکہ اس صورت میں یا تو وہ لوگوں کو سمجھانے کی غلط بیانی سے کام لے گا اور اس سے لوگوں کے اذہان و قلوب منتشر ہوں گے یا اگر اپنے علم کے مطابق ٹیک ٹھاک بات کہے گا تو اسے علم کا فائدہ مخالفین کو حاصل نہ ہوگا۔ بہر حال یہ ستمہ امر ہے کہ وعظ و تذکیر کے سلسلے میں مؤثر ترین طریقہ اور علوم پر پوری طرح اثر انداز ہونے والا طریقہ بیان منطقی استدلال نہیں بلکہ خطابیات ہے۔

## قرآنی احکام کا نفاذ آج بھی ممکن ہے

خلافتِ اہل بیت کے باب میں صحیح نظریہ یہ ہے کہ خلافت بین المللی طرف سے تقسیم ہو چکی ہے۔

- ۱۔ خلافت بغیر جماعت کے قائم نہیں ہو سکتی۔
- ۲۔ رئیس صرف اس جماعت میں سے ہو سکتا ہے۔
- ۳۔ رئیس کا انتخاب صرف یہ جماعت کر سکتی ہے۔

ابوہدایت اس کا انتخاب نہیں کر سکتے کیونکہ یہ چیز بلاغاً نزع و تنازع و جھگڑا کا رخ اختیار کر لیتی ہے ہمارے نزدیک اس معاملے کا صحیح رخ یہ ہے کہ جب اہم مسئلہ سے کوئی امت یا جماعت ایسے آدمی کو آگے بڑھاتی ہے جو:

- ۱۔ کتاب اللہ کو سب سے زیادہ جاننے والا ہو۔
  - ۲۔ جنس کے طور طریقوں اور آپ کی سنت و تعلیمات کو سب سے زیادہ جانتا ہو۔
  - ۳۔ خلفاء راشدین کے حالات کو سب سے زیادہ جانتا ہو۔
  - ۴۔ ضرورت کے وقت مصلحتِ عامہ کے مقابلہ میں مصلحتِ عامہ کو ترجیح دینے والا ہو یعنی مصلح نامہ کو مصلح عامہ کے مقابلہ میں زیادہ سے زیادہ قربان کرنے والا ہو۔
- تو ایسا شخص مرکز میں اپنی امت کے لیے نہ صرف نمائندہ ہوگا اور جب قوم کو سب سے نمائندہ کرے گا میں جمع ہوں تو ایک اچھی نمائندہ جماعت مجتمع ہو جائے گی اور اقوام کی اتحادیت بن جائے گی اور یہ جماعت کتاب اللہ کے اہم امر کی تفسیر کھیلے سول ہوگی یعنی قرآن کریم کے قوانین جاری کرنا اس جماعت کی فریضہ داری ہوگی اور قوم اگر ایسی نمائندہ جماعت بنا کر تو اسے ایک ذریعہ بھی کوئی قدر قیمت نہیں خرچا وہ اپنے ماضی کی تاریخ کے پیش نظر یہ ہم مسلمان بود کہنے والی ہو یا اپنی باطل آرزوؤں میں گن جو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہندوستانی پاکستانی انسانی قوانین مولیٰ یہ سب لوگ شرعی سلطنت کو پسندتے ہیں لیکن یہی حکومت تشکیل نہیں کر سکتے۔ باوجودیکہ اور امر قرآنیہ کی تفسیر آج بھی گوشش کرنے پر اہم مسئلہ سے ممکن ہے لیکن اگر کسی گوشش کی جائے تو پھر طرح ممکن ہو سکتا ہے یہ اور نمائندہ ہوں درحقیقت ان اہم امر شرعیہ کی تفسیر کے لئے اس میں کاوش لازمی ہے اور گوشش نہ کرنا یہ سب دلائل اور ناقصہ کے ٹکڑے اور اچھے معان لوگوں اور عیش پسندوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

جس طرح سے کوئی قتل ہو گیا وہ شاز سلاحت پر ہے  
یہ جان نوازی جانے ہے اس جان کی کوئی بات نہیں

# شہید بلوچستان

# مولانا سید عبدالرشید

جمہوروں نے

عقیدہٴ ختم نبوة کے تحفظ  
نظام شریعت کے نفاذ و غلبہ  
جمہوری اقدار کی سر بلندی اور  
قومی وحدت کی حفاظت و استحکام  
کے لیے

آج ان کی روح ہم سے سوال کرتی ہے  
کہ ان مقدس مقاصد و اہداف  
کے ساتھ ہماری وابستگی کی  
کیفیت کیا ہے اور ان کی خاطر  
ہم کیا کر رہے ہیں

مفتی اعظم  
پاکستان  
مولانا سید  
عبدالرشید  
گوجرانوالہ

اپنی جان کا  
نذرانہ پیش کیا

سامان بنیادی ہنری، کاسمیٹکس

نویں نمبر پر ہر ماہ  
پہننے کی

پہننے کی

# ایم آر کونسل

بازار سیدنگری گوجرانوالہ ۶۲۶۳

استعمال کریں